بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰـــنِ الرَّحِیمِ

God has Chosen for Me, Everlasting Life!

Life History
Of
Humran Ambary

حیاتِ جاودانی کی الہٰی پیشکش

از ہمران امبری
کی سرگزشت

فہرست

فہرست	صفحہ
1۔ خدا کا مجھ سے شخصی طور پر ہمکلام ہونا	5
2۔ موسیٰ، سیدنا عیسیٰ مسیح اور محمد میں باہمی مشابہت	12
3۔ موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ مسیح میں مشابہت	14
4۔ سیدنا عیسیٰ مسیح کو خدا کا بیٹا کیوں کہا جاتا ہے؟	19
5۔ سیدنا عیسیٰ مسیح کو خداوند، کیوں کہا جاتا ہے؟	22
6۔ مسیحیت میں توحید	29
7۔ برحق خدائے واحد	30
8۔ ایک سے زائد خداؤں کو ماننے کا مسئلہ	32
9۔ ایک سے زائد خدا کے ماننے کا عنصر کا مختصر خلاصہ	34
10۔ مسیحی عقیدہء تثلیث	37
11۔ مسیح کی صلیبی موت	42
12۔ مسیح کا موت سے پھر زندہ ہوجانا	48
13۔ سیدنا عیسیٰ مسیح کی صلیبی موت کے معنی ومقصد	51
14۔ سیدنا عیسیٰ مسیح کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا	55
15۔ سیدنا عیسیٰ مسیح کی آمدِ ثانی	57
16۔ کتاب مقدس کی صداقت	61
17۔ نتائج تحقیق	66
18۔ ماحول کے اثرات کے خلاف میری جدوجہد	67
19۔ بے شمار برکتیں	72
20۔ میرے غیر متحرک ابتدائی مسیحی سال	74
21۔ ایک سنسنی خیز خبر	76
22۔ ایک خلا خط	78
23۔ مسیحی زندگی میں سرگرم گواہی کا آغاز	80
24۔ بیرونی اور خارجی خدمت	83
25۔ مسیحی خدمات میں اضافہ	87
26۔ اختتام	89

خدا کا مجھ سے شخصی طور پر ہم کلام ہونا

میری پچھلی زندگی ایک مسلم زندگی تھی۔ " تحریک محمدیہ " کا منتظم و مبلغ تھا۔ میں جناب ادہم خالد کے ساتھ 1947ء میں (Kalimantan) کالیمنتان مسلم کانگریس امنتائی (Amuntai) کا صدر چنا گیا تھا۔

شہر (Banjarmasin) بنجر ماسن میں 1950ء سے 1991ء تک مجھے فوج میں مسلم پیشوا مقرر کیا گیا اور سیکنڈ لیفٹی نینٹ کے عہدہ سے نوازا گیا۔

"Solo" کے مسلم رسالہ (Mingguan Adil)، شہر جکارتہ کے رسالہ (Mingguan Risalah Jihad) اور شہر بان ڈونگ کے رسالہ (Mingguan Anti Komunis) میں میرے اخباری مضمون بھی شائع ہورہے تھے۔ 1936ء سے مسیحیوں کے خلاف، ایک تشدد پسند گروپ (Barito) Muara Teweh کیساتھ، میں تعاون کرتا رہا۔ حتیٰ کہ 1962ء میں ان جماعتوں کے ساتھ جو انڈونیشیا میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ میری حمایت اور بھی بڑھنے لگی، کیونکہ یہ جماعتیں بھی عملی طور پر مسیحیت کی پُرزور مخالف رویہ کی حامل تھیں۔

گو کہ بائبل مقدس کی ایک جلد تو 1936ء میں ہی میرے ہاتھوں آچکی تھی، لیکن حق وسچائی جاننے کی کوشش میں نے ہر گز نہ کی۔ الٹا بائبل مقدس میں، میں ایسے مقامات کی تلاش میں رہتا تھا، جو میرے اسلامی نظریہ وخیالات کی ہمنوائی کرتے اور مسیحی عقیدہ پر حملہ کرنے میں میرے معاون ہوتے تھے۔ چالیس سال کی عمر تک میرا سیدنا عیسیٰ مسیح کی زندگی وشخصیت میں نکتہ چینی کرنا اور عیب ہی نکالنا تھا۔ میں مسیح کی الوہیت کا تو شروع ہی سے مذاق اڑاتا اور اس طرح الہیٰ سچائی کو رد کرتا رہا۔ لیکن الہیٰ محبت اتنی عظیم تھی کہ برحق خدائے واحد نے مسیح میں مجھے ڈھونڈا، اور میں اسے مل گیا اور خدا باپ آسمانی نے سیدنا عیسیٰ مسیح نجات دہندہ کے وسیلہ مجھے بچالیا۔

1962ء میں جب کہ میں مسجد کے ایک وعظ کی تیاری میں لگا ہوا تھا تو مجھے قرآن کی سورۃ المائدہ کی آیت 67 پر کافی غور کرنے کا موقع ملا، وہ آیت یہ تھی۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُواْ التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ

" (اے محمد) کہہ دو کہ اے کتاب رکھنے والو! تم (مسلمان) کسی بھی راہ پر نہیں ہوگے جب تک کہ تم توریت، انجیل، اور انبیاء پر نازل ہونے والے پاک الہامی نوشتوں پر عمل کرکے ان کو قائم نہ کرو۔ جو تم کو تمہارے خداوند کی طرف سے ملے ہیں۔"

یہ قرآنی آیت ویسے تو سینکڑوں بار پڑھی تھی لیکن اس بار تو خدا نے میرے دل میں سرگوشی کی توریت، زبور، انجیل اور انبیاء کے صحیفے، جن کو قرآن بیان کرتا ہے، صرف بائبل مقدس میں پائی جاتی ہیں۔ حالانکہ میری سوچ یہاں تک ہی محدود تھی کہ قرآن نے جن پاک الہامی کتب کا ذکر کیا ہے۔ ان مقدس کتب کا اب تو کہیں مادی طور پر وجود ہی نہیں ہے اور اب تو صرف ان کا خلاصہ ہی قرآن میں ملتا ہے۔ اور یہ میری زبردست غلط فہمی رہی، کہ بائبل مقدس، توریت، زبور اور انجیل پر مشتمل ہے، اس کی چند عبارتیں بھی درست نہیں ہیں، اور ان کتب کا اصلی متن فرق ہے اور اس میں بے ترتیبی ہے، اور بعض لوگوں کے ہاتھوں، ان الہام کتب میں کمی وبیشی کی گئی ہے۔

اب میرا جی یہی کہنے لگا تھا کہ توریت، زبور وانجیل جو بائبل مقدس میں موجود ہیں، وہ بالکل صحیح ہیں۔ عقلاً تو میں، اپنے ضمیر کی اس اندرونی آواز کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھا، مگر عجیب کشمکش میری ذات میں چل رہی تھی اور یقینی حالت تک اب بھی نہیں پہنچا تھا۔ دل وضمیر کی اس ہلچل کی تسکین کی خاطر میں نے یہ معاملہ سیدھا، خدا اور نمازِ تہجد

کے سپرد کیا۔ الہیٰ سچائی جاننے کے لئے ، میں نے اپنی اسلامی نماز میں ، آسمانی خدائے برحق کے حضور، التجا پیش کی ، اور اس سے التماس کی کہ وہ خود ہی اپنی سچی راہ ، حق اور زندگی مجھ پر ظاہر کرے۔اور یہ ظاہر کرے کہ مسیحیت و محمدیت ، دونوں میں کون سا عقیدہ ، راست اور سچا ہے۔ اور میری دعا یوں تھی کہ :

پاک خدایا! توہی سارے یہودیوں، مسیحیوں اور مسلمانوں اور بدھ ازم کے ماننے والوں کا خدا ہے۔ سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، وادیاں، بلکہ سارا جہان تیرا ہے۔ تو مجھے سچائی دکھا کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ہے؟ قران میں جو کچھ درج ہے کیا وہ سچ ہے؟ یا توریت، زبور وانجیل سچ ہیں۔ جو کہ اب (مسلمانوں کے محض کہنے کے مطابق) درست حالت میں موجود نہیں۔ پھر میری یہ دعا تھی کہ اے خدا! کیا توریت وزبور اور انجیل کا محض خلاصہ ہی قرآن میں موجود ہے یا بائبل مقدس اپنی مکمل درست حالت میں واقعی موجود اور ثابت ہے؟ اگر صرف اسلامی مذہب ہی کسی حق پر ہے تو میرے دل میں قوت دے کہ بائبل مقدس کو کبھی بھی نہ پڑھوں، اور اگر تیری ازلی سچائی ، جو توریت ،زبور اور انجیل میں موجود ہے ۔ جس کا قرآن میں بھی سرسری ذکر ہے۔وہی حقیقت ہے ، تو میری فریاد ہے کہ :

اے خدا! میرے دل کو کھول دے ، کہ میں زیادہ تجسس اور ایمان داری سے بائبل مقدس کا مطالعہ کرسکوں۔آمین۔

میں نے اس امر میں نہ تو کسی متقی مسلم مولوی سے اور نہ ہی اپنے کسی دانا دوستوں سے مدد لی ، بلکہ خداوند خدا سے دعا کی کہ وہ میری صحیح رہنمائی فرمائے۔میری دعا و نماز بڑے خشوع (عاجزی اور فروتنی) کی حامی تھی اور مجھے قوی امید تھی کہ صحیح مذہب اور راہ حق مجھے ضرور ملے گی۔

ہر مذہبی شخص کا عموماً یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ حقیقت تو زندگی ، موت کے بعد کی ہوتی ہے اور میں بھی یہی مانتا تھا اور خدا اور آخرت پر پورا یقین کرتا تھا۔ میری امید بھی آخرت میں تھی، جہاں دو ہی مقام ہیں ، یا تو ہمیشہ کی جہنم کی سزا ، یا خدا کی پاک فردوس میں عظمت کی ابدی زندگی ! اس لئے میں ابدی مستقبل کے تصور کو ہلکے طور پر نہیں لیتا تھا۔ ہم انسانوں کی تو یہ عام عادت ہوتی ہے کہ اگر دس گرام خالص سونا خریدنا ہو تو پہلے اسے خوب پرکھتے ہیں اور اس بات کا پورا یقین کرلیتے ہیں کہ کوئی ہمیں دھوکا تو نہیں دے رہا ہے تاکہ آگے کو ہمیں پچھتانا نہ پڑے ، تو کس قدر ہمیں اپنے مستقبل کی زندگی کی فکر ہو گی۔

ہماری عبادت خدا کے حضور روح اور سچائی سے اور اس کی پاک مرضی کے مطابق ہونی چاہیے۔ جو آسمانی زندگی کا مالک ہے۔ ورنہ ہمیں سچے دین کی جستجو میں لاپرواہی اور غفلت کے باعث ابدی پشیمانی ہوگی۔ میں تو یہی مانتا تھا کہ جنت ودوزخ ، خدا ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ اس لئے خدا کے علاوہ مجھے کسی آدمی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی، نہ کسی مسلم مبلغ سے اور نہ ہی کسی مسیحی مبشر سے ، کیونکہ وہ بھی میری ہی طرح انسان تھے۔ سچائی کی حقیقت جو خدا کی مرضی کے مطابق ہو، سوائے خدا کے کسی اور سے نہیں مل سکتی۔ لہذا میرا بھروسہ خدا پر تھا۔ اسی لئے صرف خدا سے سچے دل سے دعا مانگی۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سورۃ المائدہ کی آیت 86 کے علاوہ ، اور بھی کئی آیات تھیں جو موجودہ وقت سے لے کر آنے والے وقت میں بھی مجھ پر اپنا اثر ڈالتی رہیں۔ جیسا کہ سورۃ سجدہ کی آیت 23 میں یوں درج ہے :

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُن فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ

" فی الحقیقت موسیٰ کو ہم (خدا) نے توریت کی کتاب دی (اور اے محمد) تجھے توریت کو قبول اور تسلیم کرنے میں کسی قسم کا شک یا پس وپیش نہیں کرنا چاہیے۔"

اور سورۃ المائدہ کی آیت 46 میں یوں پڑھتے ہیں:

وَقَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِم بِعَيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ

" اور ہم نے نبیوں کے نقشِ قدم پر ، ابن مریم (عیسیٰ) کو ، توریت کی تصدیق کرنے اور اسے پورا کرنے کو، جو کہ اس کے ہاتھوں میں تھی بھیجا۔ اور ہم نے عیسیٰ کو انجیل عطا کی، جس میں ہدایت اور نور ہے ۔ کہ وہ اپنی بابت ، سب کچھ جو توریت میں درج ہے ، اس کو قائم وبحال کرے ۔ جو (توریت ، زبور اور انجیل) خدا کے وقف شدہ لوگوں کے لئے ہدایت اور تنبیہ ہے۔"

سورۃ المائدہ کی آیت 47 میں یوں درج ہے۔

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فِيهِ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

" اور اہل انجیل کے لئے فرض ہے کہ ، جو کچھ خدا نے انجیل میں ، ان کے لئے نازل فرمایا ہے، اسی کے مطابق ، اپنے معاملات کا فیصلہ کریں۔ اور جو لوگ ، انجیل میں مکاشفہ شدہ خدا کی مرضی کے مطابق، فیصلہ اور حکم نہ دیں، وہ فاسق اور گمراہ ہیں۔"

مگر قرآن میں سورۃ البقرہ کی آیت 62 میں تو قرآن ، کا فیصلہ بالکل ہی فرق سا ہے، جس کے مطابق تو یہودی اور مسیحی لوگ ہر گز کافر اور مشرک نہیں ہوسکتے ، کہ وہ خدا اور روز قیامت پر نہایت ثابت قدمی سے ایمان رکھتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَادُواْ وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ

" جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست یعنی کوئی شخص چاہے کسی قوم ومذہب کا ہو جو خدا اور روز قیامت پر ایمان لائے گا اور عمل نیک کرے گا تو ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کے صلہ خدا کے ہاں ملے گا، اور قیامت کے دن ان کو نہ کسی کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہونگے۔"

ان کے علاوہ بھی ایسی آیتوں کی قرآن میں ہر گز کمی نہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ توریت، زبور وانجیل ہی پُرحقیقت سچائی کا راستہ ہیں، جو کہ خدا کی کامل مرضی کے عین مطابق بھی ہیں۔ ان آیتوں نے میرے شعورو عقل کو جگادیا، اور مجھ میں زیادہ گہرائی سے بائبل مقدس کا مطالعہ کرنے کا شوق پیدا کیا۔ میری روح میں بائبل مقدس میں موجود ازلی سچائی کی سرگوشیاں ہونے لگی تھیں۔ دعا کی رات کے دوسرے ہی دن ، میں نے اپنے باطن میں ایک تبدیلی دیکھی، اور یہ کہ پھر بائبل مقدس کو میں نے اپنا عزیز ترین دوست بنالیا۔ مسیحیت اور انسانیت کے خلاف ساری دشمنی میری حیات سے جاتی رہی، میں بڑی توقعات کے ساتھ لفظ بہ لفظ بائبل مقدس کی تلاوت کرتا اور ان پر غور کیا کرتا کیونکہ میں خدائے برحق اور اس کی سچائی کا متلاشی تھا۔

میں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم (شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحیم وشفقت میں غنی ہے۔") کے ساتھ بائبل مقدس کو کھولا۔ اس وقت میری نیت یہ تھی کہ میں توریت میں سے صحیفہ استثنا کے باب ۱۸ : ۱۵ کی تلاوت کروں۔ یہ آیت میں نے پہلے بھی مسیحیت کے عقیدوں کے خلاف بارہا پڑھی اور استعمال کی تھی۔ اور اسی بائبل سے محمد کی نبوت کی پیشنگوئی ثابت کیا کرتا تھا۔ یہ آیت تو مجھے پہلے سے یاد تھی، لیکن آج بائبل کی اس آیت میں دوسرے معنی مجھے نظر آنے لگے۔ سچ تو یہ ہے کہ بائبل مقدس کی صداقت پر میں چونکہ ایمان نہیں رکھتا تھا، اس لئے اس کے معنی کا سمجھنا دشوار تھا۔ لیکن وہ ایماندار

جن کے دل روح القدس کی تاثیر سے معمور ہوجائیں، ان پر بائبل مقدس کے معنی خوب روشن ہوجاتے ہیں توریت میں موجود استشنا کے صحیفے میں یوں درج ہے:

"خداوند تیرا خدا تیرے لئے، تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں ، میری مانند ایک نبی برپا کرے گا، تم اس کی سنتا" (استشنا ۱۸ : ۱۵)۔

اس سے پہلے میں اس خیال پر تھا کہ توریت میں یہ پیشن گوئی، محمد عربی سے متعلق ہے۔ میرے نزدیک " ایک نبی میری (موسیٰ کی) مانند " محمد تا، جس کا وعدہ توریت کی کتاب استشنا میں کیا گیا تھا۔

موسیٰ ، سیدنا عیسیٰ اور محمد میں باہمی مشابہت

۱ ۔ موسیٰ انسانی والدین کے ذریعہ سے اس دنیا میں پیدا ہوا، اور محمد نے بھی انسانی والدین ہی کے ذریعہ اس دنیا میں جنم لیا۔ یعنی موسیٰ اور محمد دونوں کے انسانی والدین تھے۔ ان دونوں کی مماثلت یعنی مشابہت ، عیسیٰ (یعنی یسوع مسیح) سے نہیں ہوسکتی تھی، کیونکہ یسوع مسیح صرف اپنی ماں کے وسیلہ ہی بغیر انسانی باپ کے اس دنیا میں پیدا ہوا۔

۲ ۔ موسیٰ نے جوانی میں شادی کی اسی طرح محمد بھی شادی کے سلسلوں میں ہو کر گذرا ۔ جبکہ یسوع مسیح نے ہرگز کوئی شادی نہ کی۔

۳۔ موسیٰ و محمد ،دونوں ہی صاحب اولاد تھے۔ سیدنا عیسیٰ نے کیونکہ شادی نہ کی اس لئے سیدنا مسیح صاحبِ اولاد نہ تھے۔

۴۔ موسیٰ سن رسیدہ ہو کر مرے اور یہی بات محمد کے لئے بھی درست ہے، لیکن سیدنا مسیح ، پاک نوشتوں کے عین مطابق ، ہمارے گناہوں کے لئے موا، اور دفن ہوا اور تیسرے دن ، کتاب مقدس کے مطابق جی اٹھا۔ اور مردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد ، بہتوں پر ظاہر ہوا، اور چالیس روز کے بعد، آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا۔ مگر قرآن کے مطابق ، عیسیٰ کبھی مرا ہی نہیں ، اور نہ دفن ہوا، وہ تو آسمان پر اوپر اٹھا یا گیا اور اب بھی زندہ ہیں۔

چنانچہ پہلے تو توریت / استشنا کی اس آیت میں محمد مجھے نظر آتا تھا اور موسیٰ نے عیسیٰ کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا تھا۔ اور قرآن کے مطابق یسوع مسیح کو، ابن خدا کے طور پر ظاہر نہیں کیا گیا، جیسا کہ انجیل میں مرقوم ہے ۔ لیکن آج کے مطالعہ میں الفاظ کے معانی کھل کر سامنے آرہے تھے۔ جب میں عبارت کے اس مقام پر پہنچا جہاں " میری مانند ایک نبی" یعنی موسیٰ کی طرح ایک نبی ، تو روح القدس نے میری روح میں سرگوشی کی، کہ اگر تو موسیٰ اور محمد کے درمیان مشابہت ڈھونڈتا ہی ہے کہ دونوں کے والدین تھے تو یہ کوئی نئی بات نہیں، وہ تو عام انسان کی طرح ہوگئے کہ سب کے والدین ہوتے ہیں۔ مزید برآں، اگر موسیٰ و محمد شادی شدہ ہونے کی وجہ سے مشابہ ہیں تو اکثر لوگ شادی شدہ ہوتے ہیں۔ محمد کی نبوت اس سے بھی ثابت نہیں ہوتی۔ اگر محمد کو موسیٰ کے مشابہ اس حیثیت سے مانیں کہ دونوں بیوی بچوں والے تھے تو یہ کوئی نئی بات نہ ہوئی۔ اس لئے کہ اکثر لوگ عیال دار ہوتے ہیں ، لہذا استشنا کی پیشن گوئی محمد کے لئے تو ثابت نہیں ہوتی۔ موسیٰ و محمد کا عمر رسیدہ ہو کر مرنا اور دفن ہونا بھی ایک عام سی بات ہے جو کہ موسیٰ اور محمد کے ساتھ ساتھ، ہر زمینی فرد و بشر کے لئے مقرر ہے، سب مرتے اور دفن ہوتے ہیں ۔ اب معاملہ زیادہ صاف ہورہا تھا کہ موسیٰ کی پیشن گوئی محمد کے لئے ہر گز نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے مطابق موعود (وعدہ شدہ) حضرت عیسیٰ (یسوع) ہیں۔

اب مجھے ان غیر معمولی مشابہتوں کی ضرورت تھی جو موسیٰ اور مسیح میں پائی جاتی ہیں۔ مجھے بہت اہم مشابہتیں ملیں، جو دونوں موسیٰ اور یسوع میں باہم اکھٹی تھیں۔

موسیٰ اور سیدنا مسیح میں مشابہت

۱ ۔ موسیٰ کو بچپن میں فرعون نے قتل کرنے کی کوشش کی، جبکہ سیدنا عیسیٰ کو بچپن میں ہیرودیس نے قتل کی کوشش کی، یہ عام مماثلت نہیں تھی۔ ہر بچہ ، عام طور پر اپنی شیر خوارگی میں قتل کئے جانے کی حالت میں نہیں ہوتا۔

۲۔ موسیٰ کی پیدائش کے ایام میں فرعون نے غضبناک ہو کر، دوسال سے کم کے سارے بچے قتل کراوینے کا حکم دیا تھا۔ یسوع کی پیدائش پر ہیرودیس نے غضبناک ہو کر شیر خوار بچوں کے قل کا حکم دیا تھا۔ساری دنیا میں یہی دو ہستیاں ایسی تھیں جنھوں نے ایذا رسانی کی شدت اور انسانی حقارت کو برداشت کیا۔

۳۔ لڑکپن میں موسیٰ کی حفاظت فرعون کی بیٹی نے کی ، سیدنا عیسیٰ کی حفاظت ان کے قانونی باپ نے کی۔ دنیا کے عام آدمی کی حفاظت اس طرح خدا کے چنے ہوئے وسیلہ سے نہیں ہوتی۔

۴۔ لڑکپن میں موسیٰ ایک دور دراز کے ملک یعنی مصر میں رہا، جبکہ سیدنا مسیح نے بھی مصر ہی میں لڑکپن کے وقت جلاوطنی کاٹی، ہر بچہ کو بچپن میں جان بچانے کی غرض سے مصر جیسے دور دراز ملک میں تو نہیں لے جایا جاتا۔

۵۔ جب موسیٰ سے خدا نے کام لینا چاہا تو خدا نے موسیٰ کو معجزہ کرنے کی قدرت دی۔ سیدنا عیسیٰ نے بھی خدا اور روح القدس کا الہیٰ اختیار رکھتے ہوئے، بیماروں ک شفادی اور مردوں کو زندہ کیا۔

۶۔ موسیٰ نے بنی اسرائیل کو(یعنی ابراہیم سے اضحاق اور اضحاق سے پیدا ہونے والا یعقوب اور یعقوب کے بعد اس کی نسل یعنی اسرائیلی قوم کو۔ اور خدا نے یعقوب کو اسرائیل کا لقب دیا تھا مصر کی غلامی سے چھٹکارا دلایا۔ مگر مسیح نے گناہ وموت کی زنجیروں سے ، تمام انسانیت کو چھٹکارہ دیا۔

یہ خاص ثبوت میرے لئے بہت مددگار ہوئے۔ ان بے نظیر پیشن گوئیوں کو جب میں نے گہرائی اور دانش سے سمجھا تو مجھ پر یہ صاف واضح ہوتا گیا، کہ موسیٰ یہودی قوم سے تھا، اور مسیح بھی یہودی قوم میں سے تھا۔ اور خدا نے موسیٰ کے یہودی بھائیوں ہی سے ، موسیٰ کی مانند ، ایک نبی کو مسیح یسوع کی صورت پر برپا کیا۔سو موسیٰ کی مشابہت ، سیدنا مسیح یعنی خدا کے کلمہ سے متعلق ہے جو وقت آنے پر مجسم ہوا۔ محمد عربی کو موسیٰ کا بھائی، یا موسیٰ کے بھائیوں میں بھلا کیسے شامل کیاجاسکتا تھا، جب کہ محمد یہودی نہیں تھا۔ سو اس طرح موسیٰ کی مانند نبی، محمد نہ ٹھہرا بلکہ سیدنا مسیح ٹھہرے۔ جو کہ یہودی تھے۔ اور مسیح نے انجیل میں فرمایا کہ نجات یہودیوں یعنی اسرائیل کی نسل سے ہے۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ خدا کی محبت اتنی زیادہ تھی کہ اس نے میرے ذہن کو خدا کے کلام یعنی بائبل مقدس کو سچا تسلیم کرنے میں بڑی مدد کی۔ پھر بھی میں خود کو مسیحی بنانے کے لئے آمادہ نہیں پاتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ مسیحی عقیدے کی کتنی ہی باتیں ایسے تھیں جو میرے دل کو نہیں چھورہی تھیں مثلاً یہ کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے۔

میں نے تو یہی سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا تھا کہ خدا ایک ہے اور اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے یعنی:

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ

" نہ اللہ نے کسی کو جنا اور نہ اللہ کسی سے جنا گیا۔"

میرے لئے یہ دشوار تھا کہ میں (انڈونیشیائی میں Tohan یعنی سیدنا مسیح کو خداوند خدا کہتا، کیونکہ بچپن سے سیکھا اور سکھایا تھا کہ :

لا الہ الا اللہ

"اللہ کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔"

تیسری مشکل تھی کہ " خدا، تین اقانیم (خدا کے جزُ یعنی ، خدا باپ آسمانی، یسوع مسیح اور روح القدس) میں سے ایک جُز ہے۔یعنی ثالث ثلثہ یہ تو بالکل بت پرستوں کا خیال تھا۔ جبکہ قرآن کی تعلیم یہ تھی:

لقد کفر الذین قالو ان اللہ ثالث ثلثة

" جو یہ کہتے ہیں کہ خدا، تین خداؤں میں سے ایک خدا ہے، وہ کفر بکتے ہیں۔"

چوتھی مشکل یہ تھی کہ سیدنا مسیح صلیب پر مرگئے۔ بھلا خدا کا خاص محبوب پیغمبر (خدا کا روح اور خدا کا اپنا کلام)۔ جسے مسیحی ابن اللہ اور مسلمان کلمتہ اللہ اور روح اللہ پکارتے ہیں، وہ کیونکر یہودیوں کے ہاتھوں میں حقیر اور بے قدر ہونے دیا گیا اور مسیح پر ظلم ہوا اور اس کو ستایا گیا، اس کو گھایل کیا گیا اور اس کی جان کو کچلا گیا اور خدا یہ سب کچھ دیکھتا رہا، حتیٰ کہ سیدنا مسیح کو صلیب پر چڑھا کر، جان سے مار ڈالا گیا۔

یہ بات بھی میرے گلے سے کسی طرح نیچے نہیں اتر رہی تھی۔ معاملہ کو حل کرنے اور اس کی تہہ تک پہنچنے کی غرض سے میں کئی مسیحی مشن ورکروں سے بھی ملا اور ان سے پوچھا کہ سیدنا مسیح " کو خداوند " کیوں کہا جاتا ہے؟ کیا مطلب ہے خدا کی تثلیث کا؟ کیوں عیسیٰ مسیح کو خدا کا بیٹا کہا جاتا اور تب بھی وہ کیونکر صلیب پر چڑھائے گئے اور مارے گئے اور تیسرے دن مردوں میں زندہ ہوئے؟ موروثی گناہ کیا ہے، اور گناہ، انسانی والد سے اس کی اولاد میں کیونکر سرایت کرتا ہے؟ میں ان باتوں کو خدا کی ناانصافی اور عذاب مانتا تھا۔

مسیحی مشن کے کارندوں اور مبلغوں نے ان سب کے جوابات بڑی احتیاط سے دیئے لیکن وہ میری سمجھ میں نہ آئے۔ وجہ یہ تھی کہ ہم مختلف پس منظر کے لوگ تھے اور ہم دونوں کی سمجھ اور خیالات کے درمیان ایک وسیع خلیج حائل تھی۔

دراصل مسیحیوں اور مسلمانوں کے درمیان عقیدہ کو سمجھنے اور سمجھانے میں مشکلات اس لئے پیدا ہوتی ہیں، کیونکہ دونوں کے عقائد کے مطالعہ میں احتیاط نہیں برتی جاتی اور مسیحیت اور اسلام کے درمیان، بات چیت کے لئے ہم خیال موضوعات کو تلاش نہیں کیا گیا، باعث جسکے دونوں عقائد کو قریب تر لایا جانا عین ممکن نہیں ہوسکا ہے۔ ہاں ہم نے یہ ضرور کیا کہ اپنے باہمی اختلافات کو پیچیدہ بنا ڈالا اور کچھ ایسے منطقی پہلو نہ ڈھونڈ پائے جو ہمارے درمیان ایک پُل کا کام کرپاتے۔ میں تو اس وقت ایک ریڈیو کی مانند تھا، اور پادری صاحب ایک اناؤنسر کی مانند تھے۔

ریڈیو ریسیور تو ٹھیک تھا، یعنی ٹرانسمیشن اور رسپیشن باقاعدہ تھے، لیکن آواز کی لہریں الگ الگ ہونے کی وجہ سے اناؤنسر کی بات کو، ریسیور قبول ہی کررہا تھا۔

غرضیکہ واعظین اور مسیحی مبشروں کی باتوں کو میں ایک کان سے سنتا جو کہ دوسرے کان سے نکل جاتیں۔ حتیٰ کہ میرے دل وروح کو بھی چھو نہ پاتی تھیں۔ کیونکہ مسیحی مذہب کی وضاحت میں جو خیالات مسیحی لوگ استعمال کررہے تھے ان کے معنی کو میں سمجھ نہیں پارہا تھا۔ اور مسیحی پادری صاحبان، خود بھی میرے پس منظر کے اختلاف کی وجہ سے مجھ کو سمجھ نہیں پارہے تھے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ مسیحی مبشروں کی طرف سے انجیل کی وضاحت غیر واضح تھی، بلکہ میرے اور پادری صاحبان کے درمیان مسیحی مذہب کے بارے میں وضاحتیں فرق تھیں۔ خیر ہم ایک دوسرے کو سمجھ ہیں پارہے تھے۔

اس کے باوجود بھی خدائے واحد اور مسیحیت کو سمجھنے کے لئے میں پُرامید تھا۔ میں قائل ہوچکا تھا، اور مجھے پورا یقین تھا، کہ اب جب کہ خدا نے مجھے سچائی کا انتخاب کرنے کے لئے چن ہی لیا تو خدا اپنی عنایت سے ان روحانی سربستہ رازوں سے میری جہالت کا پردہ ہٹادے اور خداوند خدا میری رہنمائی کرے کہ میں ان مسائل کو جو میرے لئے رکاوٹ کا باعث ہیں، ان کو سمجھ کر حل کرسکوں۔

ان احساسات کے بعد تو میری دعا یہی رہی کہ اے بار الہیٰ! اپنی الہیٰ پہچان مجھے عطا کر، کہ میں تجھ خدائے واحد اور تیرے اکلوتے بیٹے یسوع مسیح یعنی ابن خدا اور روح القدس میں واحدانیت کے بھید اور صلیب پر مسیح کی موت کی صداقت اور مسیح کے مردوں میں سے جی اٹھنے کی قدرت کو سمجھ سکوں اور دل سے انجیل پر ایمان لاسکوں۔ اور یہ فہم بھی عطا کرکہ بائبل مقدس ایک سچی کتاب ہے اور خدا کا کلام ہے، جس کا کسی بھی زمانہ میں بدلا جانا ممکن نہیں، بلکہ یہ ابد تک یکساں اور قائم ودائم ہے۔

بے شک کئی بار خدا نے اپنی پاک روح کی معرفت میری مدد کی، اور میرے دل میں اپنے پاک نوشتوں کی تاثیر کو اجاگر بھی کیا۔ میں یہ بیان کرونگا کہ خداوند خدا نے ان پہاڑ جیسے مسئلوں کو، جو حقیقی راہ، حق اور زندگی کی جاننے کی راہ میں رکاوٹ کا باعث تھے، ہٹانے میں کس طرح کی مدد کی۔

سیدنا مسیح کو کیوں خدا کا بیٹا کہا جاتا ہے؟

یوحنا کی معرفت لکھی گئی انجیل کے ۱ باب کی ۱ اور ۱۴ آیات میں یوں لکھا ہے:

"ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔۔۔ اور کلام مجسم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔" ان آیات میں " خدا کے بیٹے " کے روحانی معنی کے اظہار کا انکشاف ہوتا ہے۔ خدا کے کلام نے، سیدنا مسیح کی پیدائش کی صورت میں انسانی روپ لیا اسی لئے سیدنا مسیح کو" زندہ کلام "کہا گیا ہے۔ اس سے صریحاً واضح ہو گیا کہ سیدنا مسیح کو خدا کا بیٹا اس لئے نہیں کہا گیا کہ سیدنا مسیح نے انسانی فطرت کی حالت میں ہم انسانوں کی طرح، مرد اور عورت کے تعلق سے جنم لیا، جیسا کہ اکثر لوگ غلطی سے سوچتے ہیں بلکہ اس لئے کہ " خدا کا کلمہ، روح القدس کی قدرت کے وسیلہ سے مریم کے بطن میں ظاہر ہوا۔" محمد نے کئی قرآنی آیات میں خود مسیح کی صداقت کی بابت تصدیق کی ہے۔

عیسیٰ فانہ روح اللہ وکلمتہ

"عیسیٰ، بیشک روح خدا اور خدا کا کلام ہیں۔"

(حدیث انس ابن مالک، متیار احادیث صفحہ نمبر 353)۔

نیز سورۃ النساء 171 میں ہم یوں پڑھتے ہیں کہ:

إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ

"بیشک عیسیٰ المسیح، مریم کے بیٹے، خدا کے رسول اور خدا کا کلمہ ہیں، جسے خدا نے مریم میں ودیعت (خدا نے اپنی امانت، زندگی وجان کو مریم کے سپرد) کیا، اور مسیح خدا کی روح ہیں۔"

اس کا کلام " یا " خدا کا کلام " کے تصور اور اظہار ہی نے، سیدنا مسیح کی صورت میں انسانی جسم لیا۔ ڈاکٹر حسب اللہ بکری اپنی تصنیف " قرآن میں عیسیٰ نبی " کے صفحہ 109 پر یوں لکھتا ہے کہ عیسیٰ نبی کو کلمتہ اللہ اس لئے کہا جاتا ہے، کیونکہ مسیح، خدا کے کلمہ کا تجسم ہیں، یعنی وہ کلمہ جو خدا نے اپنے غیب سے اپنی ہی روح کو مریم کے بطن میں پھونکا، تا کہ مریم، عیسیٰ کو اپنے بطن سے جنم دے سکتی۔

جب یہ حقیقت مجھ پر واضح ہو گئی تو پھر سیدنا مسیح کو خدا کا بیٹا کہنے میں مجھے کوئی جھجک نہ رہی کیونکہ مسیح خدائے قادر مطلق کا زندہ مجسم کلمہ ہیں۔ اس سے پیشتر تو اس خیال کو تلفظ کرتے وقت مجھے بڑی مشکل ہوتی تھی۔ لفظ " خدا کا بیٹا " گویا میرے حلق میں اٹک ہی جاتا تھا۔ کیونکہ میں یہی سوچتا تھا کہ " بیٹے " کا مطلب عام اور جسمانی یا حیوانی خیال کا حامل ہے۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ

" اللہ ایک ہے۔ وہ نہ کسی کو جنم دیتا ہے (وہ کسی کا والد نہیں) نہ خود کسی سے جنم پاتا ہے۔ اس کا تو کوئی ثانی اور برا بر والا نہیں ہے۔"

اکثر مسلم علماء سورۃ (اخلاص) کو یہ ثابت کرنے کے لئے کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں ہے بیان کرتے ہیں، میں نے بھی اس سورۃ کو اسی مقصد کے لئے خوب استعمال کیا۔ یہ مسیحی عقیدہ کہ " سیدنا مسیح خدا کا بیٹا ہے۔" مسلم عقیدہ توحید یعنی اللہ ایک ہے، سے ٹکراتا

ہے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ کوئی بھی مسیحی اس سورة کو بلاچون وچرا قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں پائیگا۔ کیونکہ مسیحیت کا یہ ہر گز دعویٰ نہیں کہ تناسلی (جنسی) یا حیوانی مفہوم میں کوئی خدا کا بیٹا ہوسکتا ہے۔ قرآن بھی تو یہی کہتا ہے۔

لفظ" ولد" کا مطلب تناسلی ، حیوانی طور پر بیٹا ہونا مقصود ہے، مگر سیدنا مسیح کا اس طرح کے جسمانی مطلب اور دنیاوی مفہوم سے باہر ہونا، ہر طور سے بالکل ہی لازم ہے۔ میرے یہ کہنے کی بھی یہی وجہ ہے کہ قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں، جو" ابن اللہ" کی تعلیم رد کرے۔ بلکہ سیدنا مسیح توروحانی مطلب اور قانونی لحاظ سے خدا کا بیٹا ہے۔ مسیحیت کی طرح، قرآن بھی جسمانی " ولد" کے مفہوم میں مسیح کے خدا کا" بیٹا" ہونے کے تصور کا منکر ہے۔ کیونکہ اس میں تولید وتناسل کا مفہوم وعنصر آجاتا ہے۔ قرآن اس خیال کا بھی منکر ہے کہ مریم اور خدا کے درمیان (نعوذ باللہ) کسی قسم کا ازدواجی رشتہ تھا۔ ہم سب ایسے خیال کو رد کرتے ہیں۔ مسیحیت، سیدنا مسیح کو روحانی طورپر، خدا کا بیٹا مانتی ہے۔ جیسا کہ پاک نوشتوں میں، خدا نے خود یسوع المسیح کو اپنا اکلوتا بیٹا کہہ کر پکارا ہے اور ایسی ہی پاک تعلیم بائبل میں دی ہے۔ مسیحی لوگ اپنی ہی طرف سے مسیح کو خدا کا بیٹا نہیں کہتے، بلکہ یہ تعلیم توخود خدائے قدوس کی ہے، نہ کہ کسی انسان کی۔ سوہم سب انسانوں کو، سیدنا مسیح کو" خدا کا بیٹا" تسلیم کرنے کی خداوندی تعلیم کا ہر طور سے لحاظ کرنا اور قبول کرنا نہایت ہی لازم ہے۔

سیدنا مسیح کو خداوند کیوں کہا جاتا ہے؟

سیدنا مسیح کو" خداوند" کیوں کہا جاتا ہے؟ جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکا ہوں، کہ مجھے اس خیال کے تلفظ کی ہمت ایک عرصہ تک نہ ہوئی کہ" سیدنا مسیح خداوند" اور نہ ہی میں زبان پر لاسکا کہ" سیدنا مسیح خداوند" ہے، کیونکہ بچپن سے یہی سیکھا تھا، اور میں دوسروں کو بھی یہی سکھاتا رہا کہ:

لاالہ الااللہ

" سوائے اللہ کے اور کوئی خدا نہیں ہے۔"

شاید عیسیٰ کو" خداوند" اس لئے کہا گیا کہ آپ بغیر انسانی باپ پیدا ہوئے تھے، نہیں! آدم بھی تو بغیر باپ وماں کے پیدا ہوئے تھے۔ انہیں تو کبھی خداوند نہیں کہا گیا۔ یا پھر اس وجہ سے کہ حضرت عیسیٰ نے بہت معجزے کئے تھے، نہیں! یہ بھی جواب نہیں ہو سکتاہے۔ موسیٰ نے بھی تو کئی معجزے کئے تھے۔ جبکہ وہ کبھی بھی خداوند نہ کہلایا گیا، تو کیا پھر اس وجہ سے کہ حضرت عیسیٰ نے کوڑھیوں کو پاک وصاف کیا تھا اور مردوں کوزندہ کیا تھا؟ یہ بھی معقول جواب نہ ہوا، کیونکہ الیشع نبی نے کوڑھی اچھے کئے اور مردہ زندہ کیا تھا۔ توکیا پھر اس لئے کہ سیدنا مسیح خداوند ہیں کیونکہ وہ سیدھا آسمان پر اٹھالئے گئے؟ یہ بھی جواب درست نہ ہوا کیونکہ ایلیاہ کا بھی تو یہی تجربہ تھا، پھر بھی وہ کبھی خداوند نہیں کہلایا گیا۔ توپھر کیوں کہا جاتا ہے کہ" سیدنا مسیح خداوند ہے۔" یوحنا کی انجیل کے ۱ باب اور اسکی ۱ اور ۱۴ آیت کے مطابق یسوع مسیح خداوند ہے، کیونکہ یہاں خدانے مسیح کی بابت یوں فرمایا ہے کہ" ابتدامیں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا، اور کلام خدا تھا۔ اور کلام مجسم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہوکر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔" خدا کا کلام مجسم ہوا یعنی خدا کا کلمہ انسانی جسم میں ظاہر ہوا۔

اسی وجہ سے بائبل مقدس میں یوحنا کے ۱ خط اور اس کے ۱ باب اوراسکی ۱ تا ۲ آیت میں، سیدنا مسیح، کوزندہ کلام" کہا گیا ہے، اس زندگی کے کلام کی بابت جو ابتدا سے تھا اور جسے ہم نے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ غور سے دیکھا اور اپنے ہاتھوں سے چھوا۔ یہ زندگی ظاہر ہوئی اور ہم نے اسے دیکھا اوراس کی گواہی دیتے ہیں اور اسی ہمیشہ کی زندگی کی تمہیں خبر دیتے جو باپ کے ساتھ تھی اور ہم پر ظاہر ہوئی۔" اور دیگر دوسری آیت میں سیدنا مسیح کی بابت بیان کیا گیا ہے کہ خدانے مسیح یسوع میں انسانی بدن اختیار کیا۔ لفظ تجسم (خدا

کا انسان کی شکل میں ظاہر ہونا) اور خدا سے متعلق اسی قسم کے دوسرے الہامی الفاظ کا مطلب اور انکی تشریح کو عام معنوں میں ہر گز نہیں پرکھنا چاہیے۔

مثلاً خدا وجود رکھتا ہے تو انسان بھی وجود رکھتا ہے۔ جب وجود کا لفظ خدا کے لئے استعمال ہوا تو خدا اس " وجود " سے جو ہر بنی نوع انسان رکھتا ہے، خدا کا وجود بہت ہی الگ معنی رکھتا ہے۔ خدا کا وجود ، خدا کی اپنی ہی پاک ذات میں ازل او بد تک قائم ہے ، یعنی واجب الوجود ، جبکہ انسان کا وجود، خدا کے ہاتھوں تخلیق کیا گیا ہے۔ اس لئے تجسم کا عام مطلب نکال لینا ہر گز جائز نہیں۔

اگر پتھر یا زمین سونے کی صورت اختیار کرلیں تو ان کا وجود ، تمام ہوجائے گا ، اور صرف سونا ہی رہ جائے گا۔ مگر بدن کا اختیار کرنا، خدا کے لئے ایک الگ ہی مطلب کا حامل ہے۔ تجسم ،جو خدا سے متعلق ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا کے وجود میں کوئی فرق آگیا۔ کیونکہ خدا ملاکی نبی کی معرفت لکھے گئے پاک نوشتہ میں جو مسیح سے قبل لکھا گیا اسکے ۳ باب کی ۶ آیت میں اپنی بابت یوں فرماتا ہے کہ: میں خداوند لاتبدیل ہوں۔"

" خدا کا انسانی بدن اختیار کرنا" اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا کی اپنی ذات معدوم (نیست) ہوگئی ، اور صرف انسان موجود رہا۔ ایسا خیال یا تصور کہ تجسم کے سلسلہ میں خدا کی اپنی ذات کا بنیادی وجود بدل گیا، سراسر غلط ہے۔ خدا کی ذات وفطرت میں ہر گز تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ خدا کی اپنی الہیٰ ذات بھی قائم رہی اور اسی الہیٰ ذات میں مسیح کی شخصیت کامل انسان اور کامل خدا کے طور پر بھی قائم رہی۔

" خدا نے انسانی صورت اختیار کی" اس کا مطلب یہ ہے، کہ خدا نے کامل طور پر اپنی ذات کو انسان یعنی سیدنا مسیح کی بے نظیر شخصیت میں ظاہر کیا، جو کہ خدا کی پاک الہیٰ محبت ، قدرت اور اس کی ازلی مرضی کا واضح اظہار ہے۔ خدا اور مسیح کے درمیان باہمی روحانی تعلق کی بابت ان مندرجہ ذیل بیانات سے مزید سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے:

" اگر میں (مسیح)اپنے باپ کے کام کرتا ہوں تو گو میرا یقین نہ کرو مگر ان کاموں کا تو یقین کروتا کہ تم جانو اور سمجھو کہ (خدا) باپ مجھ میں ہے اور میں باپ میں " (یوحنا ۱۰ : ۳۸)۔

" میں (مسیح)اور (آسمانی خدا) باپ ایک ہیں۔"(یوحنا ۱۰ : ۳۰)۔

" جس نے مجھے (مسیح کو) دیکھا، اس نے (خدا) باپ کو دیکھا"(یوحنا ۱۴ : ۹)۔

"آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے (مسیح کو) دیا گیا ہے" (متی ۲۸ : ۱۸)۔

یہ آیات واقعی بیان کرتی ہیں کہ درحقیقت سیدنا مسیح ہی خداوند خدا ہے۔

پولوس رسول کا بیان یوں ہے:

"کیونکہ الوہیت (خدا کی خدائی) ساری معموری اسی (یسوع مسیح)میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے۔"(کلسیوں ۲: ۹)۔

پولوس رسول اسی بیان کی پھر تصدیق کرتا ہے۔

"یسوع ۔۔۔۔ساری حکومت اور اختیار کا سر ہے۔" (کلسیوں ۲: ۱۰)۔

قرآن میں ہم یوں پڑھتے ہیں کہ:

اللہ رب العلمین

یعنی خدا ہی خداوند عالم ہے

پاک انجیل میں یوں مرقوم ہے کہ:

"پس اسرائیل کا سارا گھرانہ یقین کہ خدا نے اسی یسوع کو جسے تم نے مصلوب کیا، خداوند بھی کیا اور مسیح بھی" (رسولوں کے اعمال ۲: ۳۶)۔

یہاں ہم لفظ خدا اور خداوند میں فرق جان سکتے ہیں ۔ خدا کا مطلب یونانی زبان میں تھیوس Theo's اور عربی زبان میں خدا کے لئے لفظ " اللہ آتا ہے، لیکن خداوند کے لئے یونانی میں Kyrios اور عربی زبان میں خداوند کے لئے لفظ " رب" آتا ہے۔ لفظ "رب " کا مطلب

ہمیشہ اختیار کے معنوں میں آتا ہے۔ جس میں ہر طرح کی قانون سازی کا اختیار اور قانون کو نافذ کرنے کا بھی اختیار ہے۔ اس دنیا میں سیدنا مسیح کے وسیلہ ، خدا کی قدرت اور اختیار کا اظہار مندرجہ ذیل حوالوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

۱ ۔ تخلیقی قدرت کا الہیٰ اختیار

۲ ۔ الہامی قانون سازی اور الہامی قانون نافذ کرنے کا الہیٰ اختیار

۳۔ روحانی برحق ہادی ورہنما ، پروردگار اور مہیا کرنے کا الہیٰ اختیار

۴۔ گناہوں سے معافی اور ابدی نجات دینے کا الہیٰ اختیار

۵۔ انسانی روح کی تجدید (نیا بنادینے کا) الہیٰ اختیار

۶ ۔ روزِ قیامت پر آخری عدالت میں منصف کا الہیٰ اختیار

۷۔ خداوند عزت وجلال وحشمت کا الہیٰ اختیار

جب ہم سیدنا مسیح کو
مردے زندہ کرتے دیکھتے،
بُری روحوں کو نکالتے دیکھتے،
بیماروں کو ہر طرح کی بیماری سے شفا پاتے دیکھتے،
طوفان اور آندھی کو بھی مسیح یسوع کا حکم مانتے دیکھتے،
سیدنا مسیح کو انسانیت کے لئے راہ اور حق کی زندگی کی راہنمائی کرتے دیکھتے،
سیدنا مسیح کو، تمام انسانیت کو انکے گناہوں سے بچاتے اور نجات مہیا کرتا دیکھتے، اور یہ دیکھتے کہ سیدنا مسیح، ہم کو ہمیشہ کی زندگی دیتا ہے، تو ہم کو سیدنا مسیح کی شخصیت میں خداوندی اختیار نظر آتا ہے۔

اسی وجہ سے سیدنا مسیح کو " خدا کا زندہ کلام" اور "ہمارا" نجات دہندہ "کہہ کرپکارا جاتا ہے۔ " خداوند کا زندہ کلام " اور " خداوند کی الوہیت کا اظہار " ہوتے ہوئے سیدنا مسیح نے آسمان کی بادشاہی ،خدا کی راستبازی ، گناہوں سے توبہ اور ابدی نجات کی خوشخبری دی۔ چونکہ سیدنا مسیح کو معافی دینے کا بھی مکمل اختیار ہے اسی لئے خدا باپ نے ، سیدنا مسیح کو خداوند کے رتبے تک ممتاز کیا۔اور انجیل میں اسی حوالہ سے یوں مرقوم ہے کہ (خدا نے اسی یسوع کو جسے تم نے مصلوب کیا" خداوند" بھی کیا اور " مسیح " بھی) (اعمال ۲: ۳۶)۔

" اور تم اسی میں معمور ہوگئے ہو جو ساری حکومت اور اختیار کا سر ہے۔" (کلسیوں ۲: ۱۰)۔

خداوند کا زندہ کلام ہمیں یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ :

"یسوع نے فرمایا کہ راہ حق اور زندگی میں ہوں۔ کوئی میرے وسیلے کے بغیر (آسمانی خدا) باپ کے پاس نہیں آتا۔"(یوحنا کی انجیل ۱۴ : ۶)۔

یہ یاد رہے کہ سیدنا مسیح کو خداوند کہنے میں ، مجھے جو رکاوٹ آڑے آرہی تھی، وہ اسلامی شہادت کا کلمہ تھی، یعنی :

لا الہ الا اللہ

سوائے اللہ کے اور کوئی خدا نہیں۔

مگر موسیٰ نبی کی معرفت الہامی نوشتوں میں خدا نے یوں فرمایا کہ :

"میرے (خدا کے) حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا" (خروج ۲۰ : ۳)۔

اب اسلامی کلمہ ءشہادت ، بائبل مقدس میں موجود خدا باپ، اس کے پاک روحانی بیٹے اور اسکی پاک روح میں وحدانیت کو سمجھنے اور قبول کرنے میں، مزید میری رکاوٹ نہ رہا۔ بلکہ میں نے پرکھا کہ " مسیح کی خداوندیت " کو تو محمد عربی نے ، مسیح یسوع کو" کلمتہ اللہ اور " روح اللہ" کے طور پر بیان کرکے تسلیم بھی کیا ہے۔

عیسی فانہ روح اللہ کلمتہ

" بیشک عیسیٰ خدا کا کلمہ اور خدا کی روح ہیں "۔

مسیحیت میں توحید

مسیحی ایمانداروں کے لئے " توحید " کا لفظ عجیب اور اجنبی ہے کیونکہ مسیحی علمِ الہیٰ میں لفظ توحید کا استعمال شاذونادر ہی ہوتا ہے۔ مسیحیت میں توحید کا مطلب خدا کا واحد یا ایک ہونا تعداد کے لحاظ سے نہیں۔ خدائے قادر کی یہ وحدت ، خدا کی ذات میں ان معنوں میں ہے کہ خدا ، اپنی ذات میں بے نظیر ، بے مثل اور لاشریک ہے۔ تاہم خدا کی اس ذاتِ واحد میں ، خدا کا اپنا ہی کلام ، اور خدا کی اپنی روح شامل ہیں ۔اس طرح خدائے قادر کی اپنی ہی روح وخدا کے اپنے کلام کا، انسانی روپ لے لینا بھی خدا کی ذاتِ واحد کا مظہر ہیں۔ خدا کا کلام بھی خداوندی ہے، اور خدا کا روح بھی خدا کے برابر ہی ٹھہرا۔ اور یسوع مسیح کو خدا کا کلام اور خدا کی روح کے القاب کی وجہ سے قرآن تو خود ہی سیدنا عیسیٰ کو، خدا کے برابر بنا دیتا ہے!

خدا کی ذات میں ، خدا کا اپنا ہی کلام اور اپنی ہی روح کے جزو پوشیدہ ہیں۔ جس طرح ذات واحد ، نادیدہ ہے اسی طرح خدا کی روح کو ، انسانی آنکھ کو دیکھ نہیں سکتی ۔ ذات خدا میں ، خدا کا کلام اور خدا کی روح کا وجود ازلی ابدی ناقابل تقسیم اور دائمی ہے ۔ خدا واحد ہے مگر خدا کی ذات میں (خدا ، خدا کا کلام ، خدا کی روح) بھی پوشیدہ ہیں، جو بمنزلہ محلِ صفات میں کامل طور پر برابر اور یکساں ہیں، گرچہ ان کے ظہور اور وجود کی طرح، فرق اور جُدا ہے۔

خدائے واحد کی پاک ذات میں اس کے کلام اور اسکی روح کا وجود ، مسیحی نقطۂ نظر سے تثلیث فی التوحید ہے، جو کہ مسیحی ایمان کا بنیادی اور مرکزی عقیدہ ہے۔ یہ موضوع اکثر بحث کا سبب بنا رہا ہے، جو کہ ہمارے بہت سے ایسے بھائیوں کی سمجھ میں نہیں آتا ، جو مسلمان ہیں اور اسلامی تعلیمات اور روایات کے پابند ہیں۔

برحق خدائے واحد

ہر مسلمان برحق خدا ئے واحد پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ ایمان اسلامی تعلیمات کا بنیادی اور اہم جزو ہے، جسے نہ تو تبدیل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی رد کیا جاسکتا ہے۔

یہی عقیدہ کہ ایک ہی برحق وسچا خدا ہے ، مسیحی مذہب کا بھی بنیادی جزو ہے۔ اور ہر مسیحی بھی خدائے برحق کا قائل ہے۔ لیکن کیا مسلمانوں اور مسیحیوں کے نظریات اس اہم بنیادی نقطہ " برحق خدائے واحد" پر یکساں ہیں؟ قرآن مجید میں توحید کی تعلیم سورہ اخلاص ، سورہ المائدہ آیت ۷۳، سورہ البقرہ ۱۶۳ ،اور دیگر سورۃ میں دی گئی ہے۔ اور بائبل میں توحید کی شرح مندرجہ ذیل حوالوں اور دیگر کئی دوسرے حوالوں میں ملتی ہے:

" میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں، میرے سوا کوئی دوسرا نہیں"
(یسعیاہ ۴۵: ۵)۔

" اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔"(یوحنا ۱۷: ۳)۔

" ہم جانتے ہیں کہ سوا ایک کے اور کوئی خدا نہیں"(۱ کرنتھیوں ۸: ۴)۔

"لیکن ہمارے نزدیک تو ایک ہی خدا ہے یعنی باپ جسکی طرف سے سب چیزیں ہیں اور ہم اسی کے لئے ہیں اور ایک ہی خداوند ہے یعنی یسوع مسیح جسکے وسیلے سے سب چیزیں موجود ہوئیں اور ہم بھی اس کے وسیلے سے ہیں۔"(۱ کرنتھیوں ۸: ۶)۔

"کیونکہ خدا ایک ہے اور انسان وخدا کے بیچ میں درمیانی بھی ایک یعنی مسیح یسوع جو انسان ہے۔"(۱ تیمتھیس ۲: ۵)۔

بائبل کی ان آیات کو پڑھنے کے بعد مجھے کوئی شک وشبہ نہ رہا، اور مجھے یقین ہو گیا کہ مجھے مسلمان ہوتے ہوئے اور محمدیت سے مسیحیت میں آکر، خدائے واحد کی بابت نظریہ توحید کو ہرگز بدلنے کی ضرورت نہ تھی۔ اگرچہ میں مسیحی ہونے کا دعویٰ تو کرتا تھا، مگر توحید

کاخیال نہ تورد کیا جاسکا اور نہ ہی خدائے واحد کی توحید کے بارے میں ، میری سوچ و سمجھ مزید خالص اور واضح ہوتی چلی گئی ، اور میں نے محمد عربی کو خدا کے نبی ہونے کی حیثیت سے رد (ترک) کردیا، اور قرآن اور تمام حدیثوں کو، خدا کی طرف سے الہامی کتب ماننے سے انکار کردیا، اور اسلامی اللہ ، قرآن ، محمد عربی اور تمام احادیث کو اپنے ایمان اور زندگی سے ، بالکل خارج کردیا۔

مسلمان ہمیشہ یہ خیال کرتے ہیں کہ مسیحی خدائے وحدانیت کی تعلیم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ۔ جبکہ اہل اسلام کا یہ خیال بالکل ہی غلط ہے۔ بلکہ میں یہ تصدیق کرتا ہوں کہ مسیحی ایمان تو، خدائے واحد کی تعلیمات کو مستحکم اور خالص بنادیتا ہے ۔ خدا کی وحدانیت کے بارے میں ، سیدنا مسیح کی سچی تعلیمات خالص اور اعلیٰ ترین ہیں۔ ہم توحید کے نقطہ نظر کو مندرجہ ذیل بیان کئے گئے عنوان یعنی تکثیر الھیہ (ایک سے زیادہ خداؤں کو ماننے کا مسئلہ) سے مزید پرکھ سکتے ہیں۔

ایک سے زیادہ خداؤں کو ماننے کا مسئلہ

مذہب اسلام، ایک سے زائد خداؤں کو ماننے کے مسئلہ کو نہایت ہی سنجیدہ اور اہم تصور کرتا ہے۔ مگر ہمیں نہایت محتاط انداز سے اس امر پر توجہ دینا چاہیے، کہ مسیحیت میں خدائے واحد کو غیر اقوام کے کثیر الخداؤں (ایک سے زائد خدا) سے منسلک نہ کردیا جائے۔

اسلام میں ایک سے زائد خداؤں کو ماننا مختلف ناقابلِ معافی گناہوں میں سے ایک ہے۔ اس لئے جب میں مسیحیت اور محمدیت کا موازنہ کرنے کی کوشش میں ہوں تو میں ہمیشہ محتاط ہو کر مطالعہ کرتا ہوں۔اور یہ ایک فیصلہ کن سوال میرے ذہن میں اٹھتا ہے ، کہ کہیں مسیحی تعلیمات میں ایک سے زائد خداؤں کو ماننے کا عنصر موجود تو نہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے مجھے بائبل مقدس میں سے نمایاں اور افضل آیات جو ملیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

" میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا۔ تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا۔ نہ کسی کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں اور مجھ سے عداوت رکھتے ہیں ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ دادا کی بدکاری کی سزا دیتا ہوں۔"(خروج ۲۰: ۳، ۵)۔

" اے بچو! اپنے آپ کو بتوں سے بچائے رکھو"(۱ یوحنا ۵: ۲۱)۔

ان بتوں کی واضح تعریف اور تحدید (حد بندی) ہونی چاہیے ، کہ کب اور کیونکر، کسی چیز کو "بت "کہا جائے؟ کیونکہ ہر مجسمہ بت نہیں، کسی عمارت کے ستون کو بتُ نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی ہر قبر کے پتھر کو بتُ جس طرح کہ ہر تاریخی عمارت کو بتُ نہیں کہا جاسکتا جبکہ لوگ ایسی عمارت کو مذہبی رسومات ، پرستش وعبادت اور دعا کے لئے استعمال کرنے لگیں۔

کسی بھی مذہب میں ، جیسا کہ اسلام میں بھی ہم دیکھتے ، ہر طرح کے جادو گر ، جیوتش (نجومی پن)، لوبان اور بخور جلا کر، منتر اور دیگر ساز وسامان کے ساتھ، چڑیلیں اور جن بھوت نکالنے والے لوگ، مردوں کی روحوں کو بلانے والے ، گنڈھا ، دھاگہ اور تعویذ استعمال کرنے اور کروانے والے لوگ، اور اس طرح کے دیگر کام کرنے اور پسند کرنے والے لوگ ، ایسے کام کرنے والے سب لوگ ایک سے زائد خدا کو ماننے کے عنصر میں شریک ہیں۔

لیکن بائبل مقدس میں ہمیں پرزور تاکید ملتی ہے کہ ہم کبھی بھی ایسی مندرجہ بالا سرگرمیوں میں ہرگز شامل نہ ہوں بلکہ ایسے لوگوں سے کنارہ کشی کریں جو جادوگر، ٹونا کرنے والے اور فالگیر ہیں، کیونکہ توریت میں استشناء کی کتاب میں یوں لکھا ہے کہ:

" تجھ میں ہر گز کوئی ایسا نہ ہو جو اپنے بیٹے یا بیٹی کو آگ میں چلوائے یا فالگیر (غیب دان) یا شگون نکالنے والا یا افسون گر یا جادو گر، یا منتری یا جنات کا آشنا یا رمال (علم رمل کا ماہر

یا جوتشی / نجومی) یا ساحر (جادو گر)ہو۔ کیونکہ وہ سب جو ایسے کام کرتے ہیں، وہ خداوند کے نزدیک مکروہ ہیں اور ان ہی مکروہات کے سبب سے خداوند تیرا خدا ان کو تیرے سامنے سے نکالنے پر ہے۔(توخداوند اپنے خدا کے حضور کامل رہنا") (استثنا ۱۸ : ۱۰ تا ۱۳)۔

ایک سے زائد خدا کے ماننے کے عنصر کا مختصر خلاصہ

۱ - مسیحی مذہب ، یوں دعویٰ اور اقرار کرتا ہے کہ " خدا ایک ہے، اور برحق خدائے واحد کی پرستش وعبادت ، ہر انسان پرلازم وملزوم ہے۔ اور ہم سب انسان ، سیدنا مسیح کے وسیلہ ، اسی خدائے واحد کی طرف مائل ہوں۔ ابرہام ، اضحاق ، یعقوب ، موسیٰ داؤد اور سیدنا مسیح کے زندہ خدا(باپ آسمانی) کے علاوہ ، ہر طرح کے اور کسی بھی فرق قسم کے نام معلوم خداؤں یا بتوں کی طرف رجوع کرنا ، انکی پرستش کرنا اور ان سے دعا کرنا ، عظیم گناہ ہے۔ ہمیں صرف ایک ہی خدا کی پرستش اور عبادت کرنا اور صرف اسی کو سجدہ کرنا واجب ہے۔ کہ مسیح کے وسیلہ ، ہم اپنے گناہوں اور موت سے نجات پاسکیں۔ اس کے بارے میں بائبل مقدس سے مندرجہ ذیل دئیے گئے حوالاجات مطالعہ میں مددگار ہونگے۔

(لوقا ۴: ۸، متی ۴: ۱۰ ، استثنا ۶: ۱۳ - یشوع ۲۴: ۱۴ تا ۱۵)۔

۲-خدا کی وحدانیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ، مسیحیت ، ایک سچے خدا کے علاوہ، کسی بھی دوسرے خدا یا معبود کسی بھی شکل میں خواہ وہ بتُ کی صورت میں ہو، یا عمارت یا فطرت کی نمائندگی کرنے والا مجسمہ ، جس کو کسی انسانی ہاتھ نے بنایا ہو، حتیٰ کہ جائے نماز والے قالین، جن پرخانہ کعبہ یعنی بیت اللہ کی سرخ یا سیاہ رنگوں تصاویر ہو، ہر گز پرستش کی اجازت نہیں دیتی۔ خانہ کعبہ کے سامنے اسکی تصاویر کو سجدہ کرنا، یا کسی بت کے آگے گھٹنے ٹیکنا، بھی ایسی ہی غیر معبودوں والی عبادت ہوجاتی ، جس کی مسیحی ایمان میں ہر گز کوئی گنجائش نہیں۔ اس سلسلہ میں (خروج ۲۰ : ۳ تا ۵)۔ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

۳- بائبل مقدس کی تعلیمات کے مطابق ایک سچا مسیحی شخص ، فال گیری ، جادو گری تعویز(خواہ وہ بائبل ہی سے کیوں نہ ہوں) سے گریز کرتا ، اور عملی زندگی میں ان کا (چلہ) مشق نہیں کرتا ، اور ضرور ہے کہ ایک حقیقی مسیح، بھوت بھگانے اور مردوں کی روحوں کو بلانے جیسی تہمات سے بھی بالکل آزاد ہو۔(استثنا ۱۸ : ۱۰ تا ۱۳)۔

۴- ایک سچا اور حقیقی مسیحی شخص ، بریُ روحوں، تاریکی کی بدروحوں ، جادو یا کالے علم اور ان کی تاثیروں سے کبھی بھی خوف زدہ نہیں ہوتا۔ بائبل میں کئی دفعہ مختلف مقاموں ، مسیح نے اپنی الہیٰ قدرت اور اختیار سے مختلف لوگوں کو بدروحوں کی قید سے رہائی دی اور شیطانی قوتوں کو شکست دے کر فتح مند ہوا۔ اور آخر کار تمام تاریکی کی قوتیں اور بری روحیں ، سیدنا مسیح کے قدموں میں جھکی ہیں اور جھکیں گی۔

(مطالعہ کے لئے دیکھئیے! یوحنا ۱۴ : ۱۲ ، مرقس ۱۶ : ۱۷)۔

سچے مسیحی، کسی قیمتی پتھر ، یاقوت کی انگوٹھی ، جادو، تعویذ اور نہ ہی کسی ایسی کوئی اور چیز میں جو فطری قوتوں سے بالاتر سمجھی جاتیں، ایمان نہیں رکھتے ۔ مسیحی مذہب میں صرف ایک ہی طاقت ہے اور وہ ہے خدا کا پاک روح یعنی روح القدس ، اور اس کا زندہ کلام (جو کہ سیدنا مسیح ہے)، (رومیوں ۱۴ : ۱۷ تا ۱۸)۔

خوف ، بے چینی ،فکرات ، دشواریاں یا دیگر مسائل، جن کا سامنا اس دنیاوی زندگی میں ہوتا رہتا ہے، ہر مسیحی کو چاہیے کہ وہ ان تمام مسائل کو دعامیں خدا کے حضور، سیدنا مسیح نام میں لائے، کیونکہ خداوند خدا ہماری تمام ضروریات سے واقف ہے، اور یسوع مسیح کے زندہ اور پاک نامیں ، ہماری دعاؤں کا جواب بھی دیتا ہے۔

(زبور ۵: ۳)،(متی ۶: ۲۵ تا ۳۵)۔(متی ۷: ۷ تا ۸)۔

زیارت اور سجدہ کے لئے مقبروں ، درباروں، ، مزاروں ، قبروں، درگاہوں یا خانہ کعبہ یا کسی اور طرح کی مذہبی زیارت گاہ پر ہر گز نہیں جانا چاہیے خواہ یہ کسی بھی شخص پیر، فقیر، بابا ، حضرت ، یا ولی کے کیوں نہ ہوں، اور ان کا کوئی بھی نام کیوں نہ ہو۔

اب آخر میں اپنی سوچ و سمجھ میں پختہ ہوتے ہوئے ، اپنے دل کی گواہی سے یہ تصدیق کرتا اور ایمان رکھتا ہوں، کہ مسیحیت میں ، خدائے واحد یعنی خدا آسمانی باپ کے اپنے ہی کلام (یسوع مسیح) اور خدا کی اپنی ہی پاک روح (روح القدس) کو خدائی مرتبہ دینے اور قبول کرنے کا عنصر سب سے اعلی وافضل اور خالص ترین ہے، اور خدائے واحد کی پاک مرضی کے عین مطابق بھی۔

بائبل کے مطابق سچی مسیحیت میں خدا کی اپنی ذات پاک روح کے علاوہ کسی اور روح مجسموں ، بتوں، انسانی ہاتھ کے بنائے ہوئے دیوی دیوتاؤں اور تصاویر کے لئے ہر گز کوئی بھی جگہ نہیں ہے۔

ایک ہی خدا ہے جو آسمانی (خدا باپ) ہے۔ اور اب اسی خدا کا اپنا ہی پاک اور زندہ کلام (سیدنا مسیح)، اسی خدائے واحد کی پاک روح(روح القدس) کی الہیٰ قدرت سے زندہ اور سرگرم عمل ہے۔ اور اسی طرح پاک مسیحی تثلیث کو بھی سمجھا جانا اور قبول کیا جانا قدرے آسان بھی ہے۔ تثلیث کا مسیحی نظریہ سراسر پاک اور الہامی ہے، جب کہ مسلمانوں کا مسیحیت کی بابت، اسلامی نظریہ ء تثلیث، سچے خدا کی الہیٰ مرضی کے برعکس ہے۔ اور گناہ کبیرہ بھی۔

خدا باپ، اس کے اپنی ہی کلام اور اسکی پاک روح کا متحدہ تصور

(مسیحی عقیدہ تثلیث)

سیدنا عیسیٰ مسیح کو اپنا شخصی نجات دہندہ قبول کرنے سے پہلے مسیحی تثلیث کا عقیدہ میرے لئے ایک بڑی رکاوٹ کا سبب تھا، جیسا کہ آج بھی بہت سے مسلمانوں اور غیر مسیحیوں کے لئے رکاوٹ کا باعث ہے۔ دراصل یہ رکاوٹ اس وقت پیدا ہوتی ہے جب مسلم اور غیر مسیحی لوگ مسیحی عقیدہ کو درُستگی کے ساتھ روح اور سچائی سے سمجھ نہیں پاتے۔

مگر میں نے دریافت کیا کہ " مسیحی عقیدہ تثلیث" کے معنوں کی سچائی ، خدا کی وحدت الہیٰ کی تعلیمات کے ہر گز خلاف نہیں۔ سورۃ المائدہ کی آیت ۷۳ دیکھیئے۔

لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُواْ إِنَّ اللّهَ ثَالِثُ ثَلاَثَةٍ

" حقیقت میں جو کہتے ہیں کہ اللہ تیسرا (رکن) ہے واحد خدا کی ذات کا، وہ کفر بکتے ہیں۔"

سورۃ نساء کی آیت ۱۷۱ میں دیکھیئے۔

وَلاَ تَقُولُواْ ثَلاَثَةٌ

یہ قرآنی آیتیں اکثر مسلم حضرات کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔ میں بھی مذہب کی تبدیلی سے پیشتر عقیدہ تثلیث کو رد کرنے کے لئے انہی قرآنی آیات کو حرف آخر سمجھا کرتا تھا۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے، کہ یہ قرآنی آیات صرف اس عقیدہ کو رد کرتی ہیں۔ کہ تعداد میں ، تین ،الگ الگ خدا ہیں۔ مگر یہ قرآنی آیات، وحدت الہیٰ (جو کہ خدائے واحد، اور اسکے اپنے ہی

کلام اوراسکی اپنی کی پاک روح کے یکجا ہونے کے مسیحی عقیدہ تثلیث میں ہے) خلاف ہر گز نہیں ہیں۔

ان مندرجہ بالاقرآنی آیات کو حوالے کے طورپر تو اچھا قرار دیا جاسکتا ہے ، کیونکہ مسیحی تعلیمات ، تعداد میں تین الگ الگ خداؤں کے عقیدہ کو سختی سے رد کرتی ہیں ۔ تین الگ الگ خدا تو بالکل ہی بائبل کی تعلیمات کے برعکس یعنی الٹ ہیں۔

(تین الگ الگ خداؤں کا تصور صرف ہمیں قرآن ہی میں ملتا ،جہاں پاک مسیحی تثلیث کی الہیٰ حقیقت کو رد کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔مگر پاک سچی بائبل میں تین الگ الگ خداؤں کی ہر گز کوئی گنجائش ہے ہی نہیں)اس کے علاوہ مسیحی تعلیمات ، پینتھ ازم (وہ عقیدہ جس میں خدا اور کائنات کو برابر سمجھا جاتا) اور اینتھ ازم (وہ عقیدہ جو خدا کے وجود کا انکار کرتا ہے) ان دونوں عقیدوں کو بھی نہایت سختی سے مکمل طور پر رد کرتی ہیں۔ پاک سچی بائبل نے خدائے واحد کے بارے میں تو اس بنیادی نظریہ پر ان مندرجہ ذیل آیات سے مہر لگادی ہے:

"سن اسرائیل ،خداوند ہمارا خدا ایک ہی !(استثنا ۶ : ۴تا ۵)۔

مسیح نے بھی اسی عقیدہ کا، بذاتِ خود لوگوں کے سامنے اعلانیہ طور پر اقرار کیا!

"یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن ۔خداوند خدا ایک ہی خداوند ہے ۔ اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ" (مرقس ۱۲ : ۲۹تا ۳۰)۔

توریت میں موجود (یسعیاہ کے صحیفہ کے باب ۴۵ : آیت ۵)۔میں یوں درج ہے:

"میں ہی خداوند ہوں، اور کوئی نہیں، میرے سوا کوئی خدا نہیں۔"

"ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ (ہم تمام انسان) تجھ خدائے واحد اور برحق کو، اور یسوع مسیح کو جسے تونے بھیجا ہے، جانیں" (یوحنا ۱۷ : ۳)۔

یہاں اس بات کا ذرا بھی ثبوت نہیں کہ خدائے واحد، اور اس کے اپنے ہی کلام اور اس کی اپنی ہی پاک روح کے یکجا ہونے کا مسیحی عقیدہ تثلیث وحدتِ الہیٰ کے برخلاف ہے۔ اور اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ مجموعی طور پر، تعداد میں تین فرق فرق اور الگ الگ خدا ہیں جیسا کہ مسلم لوگ خدائے واحد کے پاک الہامی نظریہ کے خلاف، غلط فہمی سے ،خدائے واحد کو تین الگ الگ خدا کہہ کر گناہ کرتے رہتے۔ خدائے واحد، اور اس کے اپنے ہی کلام اور اسکی اپنی کی پاک روح کے یکجا ہونے کی پاک حالت کے مسیحی عقیدہ تثلیث کو ہم یوں سمجھ سکتے ہیں:

۱ ۔ خدائے خالق ، " ہمارا آسمانی باپ" ہے، جس نے تمام کائنات وعالم کو خلق کیا۔ مذہب اسلام میں خدائے خالق کے لئے لفظ القدیر استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب "قادر مطلق " ہے۔

۲۔ خدا کے اپنے ہی پاک کلام (کلمتہ اللہ) نے سیدنا مسیح کے روپ میں ہوکر انسانی جسم لے لیا۔ کلام خدا کے مجسم ہونے کی اس حالت کو خدا نے " خود " بیٹا "کہہ کر پکارا۔ اسی لئے مسیحی دنیا بھی، سیدنا مسیح کے لقب (بیٹا) کو خدا کا کلام جانتے ہوئے قبول کرتی ہے۔ مسیح ، خدا کا وہ زندہ کلام ہے، جو خدا کی شریعت اور خدا کی پاک الہیٰ مرضی کو ظاہر کرتا ہے۔خدا کے وعدوں کو انسانیت پر بیان کرتا، اور بنی نوع انسان کی اپنی ہی زبان میں لوگوں سے ہم کلام ہوتاہے۔ خدا کی ذات کا ، اپنے کلام کے روپ (یسوع مسیح) میں (الابن) ہو کرظاہر ہونا، صرف خدا ہی کی صفت ہے اور خدا کی مرضی اور ارادہ بھی ، جیسا کہ اسلامی نقطہ ء نظر میں لفظ "مرید" کا مطلب ارادہ کرنے والا ہوتا۔ (خدا نے اپنے "کلام" کو " بیٹے " کا جو لقب دیا ہے خدا ہی کا ارادہ اور فیصلہ ہے ، جو نہ کسی مسیحی کو نسل کا اور نہ ہی کسی انسان کا)

۳۔ خدا کا روح یعنی روح القدس، جو روح حق بھی کہلاتا ہے ، یہ ان ایمانداروں کو جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کے لئے وقف کردیا ہے،حیات بخشتا اور بروقت مدد وہدایت مہیا کرتا ہے۔

خدا کی روح ، اسلام میں (محی) کے برابر ہے ۔ جس کا مطلب مخلوقات کو زندگی دینے والا! انجیل اور قرآن کے مطابق سیدنا مسیح ہی روح خدا یا روح اللہ ہے ، جو ہم سب کو نئی زندگی بخشنے پر قادر ہے۔

خدا کے ظہور کی تجلیات میں ، خدا باپ ، خدا کے منہ سے نکلا کلامِ خدا (جو انسانی صورت میں یعنی ابن آدم (انسان سے پیدا ہونے) کی حالت میں ہم انسانوں کے درمیان رہا، جس کو خود خدا نے اپنا اکلوتا بیٹا کہہ کر پکارا)اور خدا کی اپنی ہی پاک روح، ایک ہی واحد ذات میں، تین الہیٰ صفات ، نظر آتی ہیں۔ اسلام میں خدا کے ظہور کی تجلیات کے لئے " صفات" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ خدا کے وجود کی ذات تو ایک ہی مگر اس کی ذات کے ظہور کی تجلی اس کے کلام (یسوع مسیح) اور اسکی روح میں ویسی ہی نظر آتی ہے۔ جس طرح خدا، اپنی ہی ذات سے جدا نہیں کیا جاسکتا،اسی طرح خدا کی تجلی کے انسانی شکل میں ظہور کو بھی، خدا سے جدا کیا جانا ممکن نہیں۔ خدا، خدا کا کلام اور خدا کی پاک روح ، یہ تینوں ، ایک دوسرے سے غیر منقسم (ناقابل جدا) ہیں۔ خدا کی ان صفات کی تجلیات کو الگ کیا جانا ہر گز ممکن نہیں ہوسکتا۔ یکساں خدائی قدرت رکھتے ہوئے اور غیر فانی ہوتےہوئے ، خدا خود، خدا کا کلام (یسوع مسیح ابن آدم) اور خدا کی پاک روح، کامل طور پر آپس میں واحد ہیں اور اپنے وجود میں دائم ہیں۔ ان میں کوئی بھی نہ تو ایک دوسرے سے پہلے وجود میں آیا اور نہ ہی بعد میں کوئی وجود پذیر ہوا، بلکہ یہ تینوں ،آج اور کل اور ابد تک ، یکساں تھے۔ یکساں ہیں اور یکساں ہوں گے۔

خدا کے ظہور کی تجلیات میں، خدا باپ، خدا کے منہ سے نکلا کلام خدا (جو انسانی صورت میں یعنی ابن آدم (انسان سے پیدا ہونے) کی حالت میں ہم انسانوں کے درمیان رہا ، اور جس کو خود خدا نے ، اپنا اکلوتا بیٹا کہہ کر پکارا) اور خدا کی اپنی ہی پاک روح سب کو ایک ہی لفظ خدائے واحد سے ادا کیا جاسکتا ہے۔

قرآن اس مسیحی عقیدہ تثلیث کے موضوع اور معنی کو نہ تو رد کرتا ہے اور نہ ہی اختلاف پیدا کرتا۔ مسیحیت کے عقیدہ تثلیث اور اسلامی توحید میں بھی کوئی تضاد نہیں۔ جس طرح سورۃ النسا ۱۷۱ اور سورۃ المائدہ ۷۳ کی قرآنی آیات (Tritheism) تین الگ الگ مختلف خداؤں کے تصور اور وجود کو رد کرتی ہیں، اسی طرح مسیحیت خود بھی (Tritheism) یعنی تین الگ الگ خداؤں کے تصور کو مکمل طور پر رد کرتی ہے ، نہ ہی بائبل مقدس کے مطابق سچی مسیحیت ، تین مختلف اور الگ الگ خداؤں پر ایمان رکھتی ہے۔ اور اس لئے میں وثوق سے کہتا ہوں کہ قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے جو واقعی مسیحی عقیدہ تثلیث کو رد کرتی ہے۔

سیدنا مسیح کی صلیبی موت

ہم قرآن میں مسیح کے صلیب پر مصلوب ہونے (لٹکائے جانے) کے واقعہ کی سچائی کے ذکر کو ضرور پڑھ سکتے ، گرچہ محمد، گناہوں کے کفارہ کے لئے صلیب پر مسیح کی موت اور مردوں میں سے مسیح کے زندہ جی اٹھنے کی بابت ، توریت اور انجیلی صداقت کو راستگی اوردرُستگی سے ، قرآن میں بیان کرنے میں سرے سے ناکام رہا ہے۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَـكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُواْ فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلاَّ اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا

سورۃالنساء ۱۵۷

" اور ان (یہودیوں) کا کہنا ہے کہ بے شک ہم نے مسیح ابن مریم ،اللہ کے رسول کو قتل کردیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے مسیح کو نہ قتل کیا اور نہ ہی صلیب دی۔ ہاں ! ان کو ضرور ایسا لگا۔ سچ تو یہ ہے کہ مسیح کے قاتل ، باہمی جھگڑا کرکے ، وہم وگمان میں پڑے ہی رہے کہ انہوں نے کس کو قتل کرڈالا، مگر اللہ نے مسیح کو اپنی طرف اٹھالیا۔"

یہ آیت اکثر مسلم علماء استعمال کرتے ہیں ، اس ثبوت کے طور پر سیدنا مسیح، مصلوبیت کے دوران صلیب پر نہیں مرے ۔ ایک عرصہ تک تو میں بھی یہی سمجھتا رہا کہ سیدنا مسیح کے اپنے ہی یہودی لوگوں نے (سیدنا مسیح) کی اس قدر اہانت و تحقیر (ذلت آمیز سلوک اور بے حرمتی) کی، اور خدا باپ، اپنے اکلوتے بیٹے (یسوع) کی مدد کو بھی نہ آئے۔

سورہ المائدہ کی ۶۷، ۶۸ آیات

"کھو اے اہل کتاب ، جب تک تم توریت اور انجیل کو ۔۔۔ قائم نہ رکھو گے ، تو تم کچھ بھی راہ پر نہیں (اور کامیاب نہیں)ہوسکتے۔"

"جولوگ خدا اور روزہ آخرت پر ایمان لائیں گے اور عمل نیک کریں گے خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا ستارہ پرست یا عیسائی ، ان کو قیامت کے دن نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔"

ان قرآنی آیات کے گہرے مطالعہ اور سوچ بچار کے بعد ، مجھ میں مسیحیت اور انجیل کی بابت قائلیت کا احساس اور بھی بہتر ہوا کہ توریت اور انجیل پر عمل کئے بغیر، کوئی بھی انسان ، صراطِ مستقیم پر نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی کامیاب ہوسکتا ہے اور یہودی اور مسیحی لوگوں سے بھی فردوس یعنی جنت کا وعدہ ہے کہ یہودی اور مسیحی لوگ، خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے، اور ان میں بہت سے لوگ نیک بھی ہیں۔ تب میں نے " سیدنا مسیح کی صلیبی موت" کی صداقت پر مزید تحقیقات اور مطالعہ کو، بائبل اور قرآن کے حوالوں سے کرنا شروع کردیا۔

۱ - میں نے قرآن کے مطابق، یہ جانا اور سمجھا کہ ایک صلیبی موت کا واقعہ ، حقیقت میں ضرور ہی رونما ہوا ہے، جبکہ کوئی نہ کوئی صلیب پر لٹکا یا گیا اور صلیب پر ضرور ہی کوئی نہ کوئی مارا گیا۔ قرآن میں اس امر میں ساکت / خاموش ہے کہ وہ کون سی شخصیت تھی جسے صلیب پر لٹکا یا گیا! تب مسلم علماء مسیح کی صلیبی موت کا مجبوراً انکار کرنے سے سہارا لیتے، حتیٰ کہ کئی مسلم علماء نے قرآن میں صلیب پر مصلوب اور مرنے والی ہستی کی بابت خاموشی کے اس خلاصہ کی اور کمی کو اور ساتھ ساتھ اپنی مسلمانہ عقل کے جواز کو درست ثابت کرنے کے لئے یہ فرضی بیان بھی دے دیا کہ مصلوب ہونے والا یہوداہ تھا۔ غرض کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ اس طرح انجیل میں مصلوبیت کی صداقت کے برعکس، قرآن کے فرق بیان کے لئے، میری ، قرآن کی بابت ، گمان اور شک کی حالت ، اور بھی بڑھی۔

۲ - مگر قرآن کھلے الفاظ میں صاف صاف طور پر ایک نہایت ہی اہم حقیقت کو تسلیم کرکے یوں اقرار کرتا ہے کہ یہودی یقین رکھتے ہیں کہ درحقیقت انہوں نے ہی " یسوع کو صلیبی موت دے کر مرواڈلا۔"

اب مجھے قرآن کے اس بیان کی تحقیق کے لئے کسی بہتر وسیلہ کی تلاش ہوئی۔ درحقیقت ، میں جاننا چاہتا تھا کہ پھر صلیب پر کون مرا تھا؟ ان تواریخی حقائق کوجاننے کے لئے مجھے کوئی ایسا ثبوت درکار تھا جو حقیقی ، ظاہری اور تواریخی شہادت پر مبنی ہو۔ ایسے سچے تواریخی ثبوت توصرف بائبل مقدس (توریت ، زبور اورانجیل) ہی سے ملنا ممکن تھے۔ جو کہ پاک نوشتہ ہوتے ہوئے ، ایک کھلی دستاویز ہیں ، اورمکمل طور پر صحیح تواریخی معلومات پر مبنی ہیں۔

بائبل مقدس میں نئے عہدنامہ کی پہلی چار کتب ، متی ، مرقس ، لوقا اور یوحنا میں ، مسیح یسوع کی صلیبی موت کادرست واقعہ اور سچا احوال پڑھنے کو ملتا ہے۔ اور خاص بات یہ ہے کہ صلیبی موت کے حقیقی واقعہ کاآنکھوں دیکھا حال بھی درج ہے ، اور مزید یہ کہ ان چاراناجیل کے لکھنے والوں میں سے تین انجیل نویس ایسے ہیں جنہوں نے مسیح کی صلیب کی صلیب پر موت کے سچے واقعہ کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا جبکہ وہ بذات خود وہاں موجود تھے اور اس حقیقی واقعہ کی گواہی دیتے ہیں ، اور مسیح کاایک اہم شاگرد ، پطرس بھی اپنے انجیلی خط میں مسیح یسوع کے صلیب پر مصلوب ہونے ، صلیب پر مرنے اور تین دن کے بعد مسیح کے مردوں کے زندہ ہونے کا نہایت اہم گواہ ہے۔

اگر ہم موجودہ دنیا کی قانونی شرائط کو دیکھیں تو انسانی عدالت ، کسی بھی واقعہ کی تصدیق کے لئے دو یا تین عینی گواہوں کی گواہی کو تسلیم وقبول کرتی ہے۔ اس کے علاوہ توریت میں استثناء کی کتاب کے ۱۷ : ۶ تا ۷ میں بھی قتل کی بابت انسانی گواہیوں کے متعلق ، خدا کے فرمان کا ذکر ملتا ہے۔ اب جبکہ مقدس توریت ، زبور ، یسعیاہ اور دیگر صحائف انبیاء میں خدا کی جانب سے ، مسیح کی موت کی بابت ایسی الہامی نبوتیں اور شہادتیں موجود ہیں اور پاک انجیل میں توآنکھیں دیکھے گواہوں اور مسیح کے اپنے شاگردوں کا سچا اور برحق احوال ، اور یقین سے لبریز حقیقی شہادتیں درج ہیں جو مسیح کی صلیبی موت اور مسیح کے موت کے بعد تیسرے دن ، مردوں میں سے زندہ ہونے کا بیان کرتی ہیں ، تو کس طرح ، وہ گواہی جواکیلے محمد نے قرآن میں ، مسیح کے صلیب پر مرنے اور مردوں میں سے زندہ ہونے کے ، چھ سو (۶۰۰) سال بعد لکھی ہے جبکہ محمد تواس وقت دنیا میں موجود بھی نہ تھا ، اور محمد ، مسیح کی مصلوبیت اور صلیب پر مسیح کی موت اور مسیح کے مردوں میں سے جی اٹھنے کا عینی شاہد (آنکھوں دیکھا گواہ) بھی نہ تھا ، تومسیح کی مصلوبیت ، مسیح کی موت ، اور مسیح کے مردوں میں سے زندہ ہونے کی بابت کسی بھی قسم کی بھی قرآنی گواہی ، کس طرح سے قبول کرنے کے لائق ہوگی؟ اور کس طرح خدا ، جس نے الہام کی روح سے توریت اور انجیل میں مسیح کے مرنے اور مردوں میں سے جی اٹھنے کی بابت خود تحریر فرمایا ، کیونکروہی خدائے برحق ولاتبدیل ، قرآن میں اپنے ہی پاک الہام (توریت ، زبور اور انبیاء کے صحائف اور انجیل) کو کسی فرشتہ اور محمد عربی کے وسیلہ باطل قرار دے سکتا تھا؟

علاوہ ازیں انجیل مقدس سے ایک اور عینی شہادت ملتی ہے ، جب کہ سیدنا مسیح کی موت پر پہرے دار سپاہیوں کے سردار نے حکم دیا ، " تب ارمتیہ کا رہنے والا یوسف آیا جو عزت دار مشیر اور خود بھی خدا کی بادشاہی کا منتظر تھا۔ اس نے جرات سے پیلاطس (اس وقت کے رومی حاکم) کے پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی ، اور پیلاطس نے تعجب کیا کہ مسیح ، ایسا جلد مر گیا اور صوبہ دار کو بلا کر اس سے پوچھا کہ مسیح کو مرے ہوئے کتنی دیر ہوگئی۔ جب صوبہ دار سے حال معلوم کرلیا تو مسیح کی لاش ، یوسف کو دلادی۔" (مرقس ۱۵ : ۴۲ تا ۴۶)۔ اگر وہ لاش جوصلیب سے اتاری گئی تھی یسوع کی نہیں تھی تو یوسف ارمتیہ نے مسیح کی لاش کولینے سے انکار کیوں نہیں کیا؟

ایک اور ثبوت یہ ہے کہ یہودیوں نے پیلاطس سے سیدنا مسیح کی قبر پر پہرہ بٹھانے کی درخواست کی۔ پیلاطس سیدنا مسیح کے علاوہ کسی اور عام شخص کی لاش کی حفاظت کی ذمہ داری کیونکر لیتا؟ مگر سیدنا مسیح کی لاش کی حفاظت ، سرکار کی طرف سے ، پورے طور پر کی گئی۔

کیونکہ پیلاطس نے بھی مسیح کی زبانی یہ سنا تھا" میں (مسیح) تیسرے دن مردوں میں جی اٹھوں گا!"

پھر ایک اور ثبوت یہ بھی ہے کہ اگر وہ شخص سیدنا مسیح نہ ہوتا، جسے صلیب پر مصلوب کیا گیا تھا، تو جو بابرکت کلمات سیدنا مسیح نے کہے، وہ الہیٰ کلمات، کوئی دوسرا عام آدمی بھلا کیسے ادا کرسکتا تھا؟ یہ بابرکت کلمات تو صرف یسوع مسیح ہی سے صلیب پر موت سے قبل ادا ہوئے، جو مسیح کے پُرمحبت اور حقیقی کردار کو ظاہر کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک کلمہ یوں ہے، "اے باپ! ان کو معاف کر کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں۔" اور دوسرا کلمہ یوں ہے کہ "تمام ہوا" کیا مسیح کے علاوہ کوئی عام شخص ایسے نبوتی کلمے، صلیب پر بیان کرسکتا تھا؟

یہ باتیں ثابت کرتی ہیں کہ صلیب پر صرف مسیح ہی مصلوب ہوئے تھے، مسیح کی صلیب پر، مسیح کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی ہرگز مصلوب نہ ہوا تھا۔ گرچہ مسیح کے ساتھ دو اور شریر ڈاکو بھی مصلوب کئے گئے تھے۔ اور صلیب پر ہی سے، ایک ڈاکو سے مسیح نے یوں فرمایا تھا کہ "آج ہی تو، میرے ساتھ فردوس میں ہوگا" اس ڈاکو نے اپنی روح میں محسوس کیا تھا کہ مسیح بے گناہ تھا جب کہ اسے اپنے گناہ کی سزا صلیب پر مل رہی تھی، جب کہ دوسرے ڈاکو نے مسیح پر لعن طعن کی تھی۔ مسیح کے علاوہ بھلا اور کون، کسی کو فردوس کا وعدہ دے سکتا تھا؟

چنانچہ اب مجھ پر یہ آشکارا ہوگیا کہ جو شخص صلیب پر چڑھایا گیا اور مرگیا وہ سیدنا مسیح ہی تھا۔ سورہ النساء ۱۵۷ کی اس آیت کے مطابق، مسیح کے بارے میں، جو وہم وگمان تھا، وہ بھی اب دور ہوگیا، کہ مصلوب ہونے والا شخص، یہوداہ ہرگز نہ تھا بلکہ مسیح بذاتِ خود تھا، اور چاروں اناجیل کی سچی عینی گواہیاں، ہرگز رد نہیں کی جاسکتیں بلکہ یہ اپنے آپ میں الہیٰ قانونی حیثیت رکھتی ہوئی کامل طور پر سچی ہیں اور انتہائی طور پر ہر طرح سے قابل قبول ہیں۔ مگر مسیح کے مصلوب ہونے، صلیب پر مرنے اور مردوں میں زندہ ہونے کہ چھ سو سال بعد محمد اور قرآن کی گواہی، توریت، زبور اور انجیل کی سچی گواہی کے الٹ ہے اور ناقابل قبول بھی اور خدا کے پاک کلام کے خلاف بھی۔

سیدنا مسیح کا موت سے زندہ ہوجانا

سیدنا مسیح کے مردوں میں سے زندہ ہوجانے کے بارے میں انکار، کسی جگہ بھی نہیں ملتا ہے۔ قرآن کے مطابق محمد کو جو وحی سیدنا مسیح کے بارے میں ملی وہ یوں ہے:

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا

"مبارک ہوں میں (مسیح) اور مبارک ہے وہ سلامتی کا دن، جب میں (مسیح) پیدا ہوا، اور اس دن جب میں (مسیح) مرونگا، اور اس دن جب میں (مسیح) دوبارہ (مردوں میں سے زندہ ہوکر) جی اٹھوں گا۔"

اس قرآنی آیت نے تو مجھے مزید قائل کردیا اور میرے اعتماد کو اور بھی پختہ کردیا کہ درحقیقت سیدنا مسیح نے واقعی صلیبی موت کا مزہ چکھا ہے۔ افسوس کہ کچھ بے دین لوگ، ابھی بھی سیدنا مسیح کی ایسی یقینی صلیب موت کا قرآن کی پکی شہادت و تصدیق کے باوجود بھی انکار کرتے ہیں۔ مجھے پورا یقین ہوگیا مسیح، واقعی مردوں میں سے جی اٹھے تھے۔ ایسا جسم، جو موت کے بعد جی اٹھے اس کے لئے (بعث حیاً) کالفظ استعمال کیاجاتا ہے۔

انجیل مقدس کے مطابق مسیح، واقعی تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھا، مسیح اپنے بدن کی حالت میں جی اٹھا، جس کا مشاہدہ کیا جاسکتا اور چھوا جاسکتا تھا۔ مسیح کی موت بے معنی ہوتی، اگر مسیح کو مردوں میں جی اٹھنے کا سہرا نہ ملتا۔

فرض کریں جب مسیح صلیب پر لٹکایا گیا اور مرگیا اور اگر وہ مردہ ہی رہتا، تو مسیحی دنیا اور مذہب کے لئے یہ ہولناک دھچکا ہوتا تھا، کیونکہ ان کے لئے مسیح کا مرنا، خدا کا مرنا ہوتا اور خدا کی حضوری کا احساس ان کی زندگیوں سے خالی ہوجاتا، اور مسیحی اب تک اپنے دین وایمان میں قائم نہ رہتے، اور تمام بنی نوع انسان کے لئے ہمیشہ کی زندگی اور گناہوں سے نجات کی

امید باقی نہ رہتی۔ اور یہ کہ اگر مسیح مرنے کے بعد مردہ ہی رہتے (جیسا کہ مرزعیت / احمدیت کا نقطہ نظر ہے) اور آج تک مسیح کی ہڈیاں قبر میں ہی ہوتیں، تب کیوں مسیحی لوگ مردہ مسیح کی پرستش میں اپنا وقت گنواتے ؟ اور کس مقصد کے تحت مسیحی، مردہ مسیح کے نام پر بپتسمہ لیتے؟ اور کیوں زاہد اور مومن، ایک مردہ نبی بلکہ نبی سے بڑے (عیسیٰ مسیح) کا گیان دھیان کرتا؟ اور کیونکر مسیحی لوگ ایسے نجات دینے والے منجی (سیدنا مسیح) کی پرستش کرتے جبکہ خود انسانیت کو موت اور تاریکی کی قوتوں سے چھٹکارہ دینے کے لئے مر گیا خود زندہ نہ ہوسکا۔ یہ سب کیوں ہوا؟ دراصل خدا کی لامحدود محبت، کو ثابت کرنے کے لئے، اور گناہ، موت اور شیطان کے لئے مردہ رہنے کے لئے نہیں، بلکہ مسیح نے موت پر فتح پائی اور مردوں میں سے زندہ جی اٹھا، اور سیدنا مسیح، تا ابد تک ہمیشہ زندہ رہے گا، خدا کی اس بے بیان محبت کو بیان کرتے ہوئے کلام میں یوں درج ہے:

"کیونکہ خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان ،لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے" (یوحنا ۳: ۱۶)۔

مسیح مردوں میں سے جی اٹھا۔ وہ پھر سے زندہ ہے، اور مسیح کی یہ الہیٰ زندگی تصوراتی قیاس پر مبنیٰ نہیں، بلکہ زندہ امید اور حقیقت پر مبنیٰ ہے۔ کیونکہ جنہوں نے (مسیح کو) اسے دیکھا، ، سنا چھوا بلکہ ہاتھوں سے چھوا، وہ سب اس کی گواہی دیتے ہیں۔

سیدنا مسیح کی صلیبی موت اور پھر موت پر فتح پا کر مردوں میں سے جی اٹھنا تمام دنیا میں مسیحی جماعتوں کی سچی گواہیوں کا نچوڑ ہے۔ ہمارا ایمان کامل امید سے بھرپور ہے، کہ ہمیشہ کے لئے ہمارا ایسا بچانے والا اور نجات دہندہ موجود ہے، جو ابد تک قائم ہے۔ ہمارا ایمان اور خدا کی پاک محبت کی بنیاد پر ہے۔ اور مسیح کے باعث محبت سے بھری میراث ہمارے لئے میسر ہے۔" ہم خدا کے فرزند ہیں۔" اور اگر فرزند ہیں تو وارث بھی ہیں یعنی خدا کے وارث اور مسیح کے ہم میراث، بشرطیکہ ہم اس کے ساتھ دکھ اٹھائیں تاکہ اس کے ساتھ جلال بھی پائیں۔(رومیوں ۸: ۱۶ تا ۱۷)۔

اسی وجہ سے ہم مسیح کے پیروکار ہوتے ہوئے کامل یقین رکھتے ہیں کہ ہم مسیح میں ہر طرح کی مندرجہ ذیل مختلف قسم کی اموات سے جی اٹھیں گے۔

۱۔ ہم زندہ کئے جائیں گے، اور چھٹکارہ پائیں گے، اپنی تمام خاندانی ناچاقیوں اور باہمی اختلافات و نفرت کی موت سے۔

۲۔ ہم زندہ کئے جائیں گے، اور چھٹکارہ پائیں گے، اپنی روزمرہ کی محنت و مشقت اور پسینے کی کمائی والی موت سے۔

۳۔ ہم زندہ کئے جائیں گے، اپنے دل کی پریشانیوں اور ناامیدی کی موت سے

۴۔ ہم زندہ کئے جائیں گے، اپنے ایمان کی کمزوریوں کی موت سے۔

۵۔ ہم زندہ کئے جائیں گے، اپنی خودغرضی اور انانیت کی موت سے

۶۔ ہم زندہ کئے جائیں گے، اپنے تمام دکھوں، بیماریوں اور موت کے خوف ڈر سے۔

ہمارے لئے سیدنا مسیح کی صلیبی موت کے معنی ومقصد

پطرس رسول نے الہامی تحریک سے پاک انجیل میں یوں لکھا ہے:

"اگر کوئی خدا کے خیال سے بے انصافی کے باعث دکھ اٹھا کر تکلیفوں کی برداشت کرے تو یہ پسندیدہ ہے۔ اور تم اسی لئے بلائے گئے ہو کیونکہ مسیح بھی تمہارے واسطے دکھ اٹھا کر تمہیں ایک نمونہ دے گیا ہے تاکہ مسیح کے نقش قدم پر چلو:

" نہ اس (مسیح) نے گناہ کیا اور نہ اس کے منہ سے کوئی مکر کی بات نکلی، نہ وہ (مسیح) گالیاں کھا کر گالی دیتا اور نہ (مسیح) دکھ پا کر کسی کو دھمکاتا تھا بلکہ اپنے آپ کو سچے انصاف کرنے والے کی سپرد کرتا تھا، مسیح آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر لئے ہوئے صلیب پر چڑھ گیا تاکہ ہم گناہوں کے اعتبار سے مر کر راستبازی کے اعتبار سے جیئں اور اسی (مسیح) کے

مار کھانے تم نے شفا پائی۔ کیونکہ پہلے تم بھیڑوں کی طرح بھٹکتے پھرتے تھے مگر اب اپنی روحوں کے گلہ بان اور نگہبان (مسیح) کے پاس پھر آگئے ہو۔"

(۱-پطرس ۲: ۱۹ تا ۲۵)۔

سیدنا مسیح کی صلیبی موت، مسیح کے اپنے ہی دکھوں کی انتہا تھی۔ صلیب پر مرنا، مسیح نے اپنے لئے خود تجویز نہ کیا، بلکہ انسانیت کے گناہوں کی خاطر، مسیح کی صلیب پر مرناک، خدا کی طرف سے، مسیح کے لئے ایک مقرر کردہ الہیٰ انتظام تھا۔ مسیح کے دکھوں کی بابت پیشنگوئی، مسیح کی پیدائش سے سات سو (۷۰۰)سال پہلے خدائے قادر نے، یسعیاہ نبی کی معرفت دے دی تھی، جو فی الحقیقت سیدنا مسیح کی حیات میں، وقوع پذیر ہوئی۔

" تو بھی اس (مسیح) نے ہماری مشقتیں اٹھالیں اور ہمارے غموں کو برداشت کیا۔ پر ہم نے اسے (مسیح کو) خدا کا مارا کوٹا اور ستایا ہوا سمجھا۔ حالانکہ وہ (مسح) ہماری خطاؤں کے سبب سے گھایل کیا گیا اور ہماری بدکرداری کے باعث کچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کے لئے اس (مسیح) پر سیاست ہوئی تاکہ اس (مسح کے) مار کھانے سے ہم شفا پائیں ۔ ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے ۔ ہم میں ہر ایک اپنی راہ کو پھرا، پر خداوند نے ہم سب کی بدکرداری اس (مسیح) پر لادی ۔ وہ (مسیح) ستایا گیا تو بھی اس نے برداشت کی اور منہ نہ کھولا۔ جس طرح برہ جسے ذبح کرنے کو لے جاتے ہیں اور جس طرح بھیڑ، اپنے بال کترنے والوں کے سامنے بے زبان ہے اسی طرح وہ (مسیح)خاموش رہا۔ وہ ظلم کرکے فتویٰ لگا کر اسے (مسیح کو) لے گئے پر اسکے زمانہ کے لوگوں میں سے کس نے خیال کیا کہ وہ (مسیح) زندوں کی زمین سے کاٹ ڈالا گیا؟ میرے لوگوں کی خطاؤں کے سبب سے اس (مسیح) پر مار پڑی۔ اس (مسیح کی) قبر بھی شریروں کے درمیان ٹھہرائی گئی اور وہ (مسیح) اپنی موت میں دولتمندوں کے ساتھ ہوا، حالانکہ اس (مسیح) نے کسی طرح کا ظلم نہ کیا، اور نہ اس کے منہ ہر گز چھل (مکر، فریب) نہ تھا۔ لیکن خداوند کو یہ پسند آیا کہ اسے (مسیح) کو کچلے۔ اس (خدا) نے اسے (مسیح کو) غمگین کیا۔ جب اس (مسیح) کی جان گناہ کی قربانی کے لئے گذرانی جائے گی تو وہ اپنی نسل کو دیکھے گا۔ اس (مسیح) عمر دارز ہوگی، اور خداوند کی مرضی اس (مسیح کے) ہاتھ کے وسیلے سے پوری ہوگی۔(مسیح) اپنی ہی جان کا دکھ اٹھا کر اسے دیکھے گا اور سیر ہوگا۔ اپنے ہی عرفان سے میرا صادق خادم (مسیح) بہتوں کو راستباز ٹھہرائیگا کیونکہ وہ (مسیح) ان کی (انسانیت کی) بدکرداری خود اٹھالے گا، اسلئے میں (خدا) اسے (مسیح کو) بزرگوں کے ساتھ حصہ دونگا اور وہ لوٹ کا مال زور آوروں کے ساتھ بانٹ لے گا کیونکہ اس (مسیح) نے اپنی جان موت کے لئے انڈیل دی، اور وہ (مسیح) خطاکاروں کے ساتھ شمار کیا گیا تو بھی اس (مسیح) نے بہتوں کے گناہ اٹھالئے اور خطاکاروں کی شفاعت کی"(یسعیاہ ۵۳: ۴تا ۱۲)۔

سیدنا مسیح نے بذاتِ خود جان لیا کہ یہ نبوت اور پیشن گوئی اس کی اپنی ہی ذات میں پوری ہوگی کیونکہ مسیح ہی خدا کا صادق اور سچا خادم ہے، جس کا یسعیاہ نبی کی نبوت میں ذکر ہے۔ اسی وجہ سے مسیح کو ان بھاری دکھوں میں سے ہو کر گزرنا پڑا۔

سیدنا مسیح کے شاگرد، دکھ کی گھڑی میں اس کے ساتھ تھے۔ جب ایک بڑی بھیڑ اور سپاہی، سیدنا مسیح کو گرفتار کرنے کے لئے آگے بڑھے، تو شاگردوں میں سے ایک شاگرد نے اپنی تلوار سردار کاہن کے نوکر پر بڑھائی۔ مگر مسیح نے اپنے شاگرد، پطرس کو روکا، اور آپ نے یوں الہیٰ ارشاد فرمایا" اپنی تلوار میان میں کرلے، کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں وہ سب تلوار سے ہلاک کئے جائیں گے، کیا تو نہیں سمجھتا کہ میں (مسیح) اپنے (خدا) باپ سے منت کرسکتا ہوں، اور وہ فرشتوں کے بارہ تمن (رومی فوج کے پیادہ اور گھڑسوار دستہ کے ایک تمن میں ۶۰۰۰ کے قریب فوجی ہوا کرتے تھے) سے زیادہ میرے پاس ابھی موجود کردے گا؟ مگر وہ فرشتے کو یونہی ہونا ضرور ہے، کیونکر پورے ہونگیں؟" (متی ۲۶: ۵۲ تا ۵۴)۔

یہودی کہانت (ہیکل کی پاک خدمت) کے مذہبی پیشواؤں اور سردار کاہنوں کے ہاتھوں اور انہی کے حکم اور اختیار سے مسیح، رومی گورنر کے حوالہ کئے گئے تاکہ صلیب پر دیئے

جائیں، اس لئے نہیں کہ مسیح نے توریت کے خلاف کوئی جرم یا گناہ کیا تھا۔ مسیح پر کفر کا فتویٰ ، یہودی مذہبی پیشواؤں کے اصرار پر ، رومی حاکم کےذریعہ ملا، کیونکہ مسح نے سب کے سامنے یہ اقرار کیا تھا کہ وہ (یسوع مسیح) دنیا کے منجی (نجات دہندہ) اور خدا کے بیٹے ہیں۔

مسیح کی صلیب ہر انسان ، اور خاص کر ہر مسیحی کو آج یاد دلاتی ہے کہ مسیح نے ہمارے گناہوں کی خاطر، صلیبی دکھ سہہ کر موت برداشت کی، اور وہ تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھا، تاکہ ہم ہر طرح کے گناہ کی طاقت سے بچ سکیں اور ہمیشہ کی زندگی کے وارث ہو سکیں۔

مُردوں میں سے زندہ ہونے کے بعد سیدنا مسیح کا آسمان پر اٹھایا جانا (المعراج)

سیدنا مسیح کا آسمان پر اٹھایا جانا، یروشلیم شہر سے باہر بیت عنیاہ میں ، اپنے گیار شاگردوں کے سامنے ہوا۔

" پھر وہ(مسیح) انہیں (شاگردوں کو) بیت عنیاہ کے سامنے تک باہر لے گیا اور اپنے ہاتھ اٹھا کر انہیں برکت دی جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہوا کہ وہ ان سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھا یا گیا"(لوقا ۲۴: ۵۰تا ۵۱)۔

جہاں تک سیدنا مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے (المعراج) کی حقیقت ہے تو قرآن میں اس کے بارے کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف سے قرآن کی اس مندرجہ ذیل آیت سے، اس حقیقت کو یوں مزید تقویت ملتی ہے:

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ

"اے عیسیٰ، میں تم کو مرنے دونگا اور اپنی طرف اٹھالوں گا۔"(سورہ آل عمران ۵۵)۔

سیدنا مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے واقعہ کی حقیقت میں دو باتیں قابلِ غور ہیں، جبکہ " سیدنا مسیح نے اپنے شاگردوں کے ذہن کو کھولا تاکہ وہ کتاب مقدس کو سمجھیں اور ان سے کہا، یوں لکھا ہے کہ مسیح دکھ اٹھائے گا اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھے گا۔ اور یروشلیم سے شروع کرکے سب قوموں میں توبہ اور گناہوں کی منادی ،اس (مسیح) کے نام سے کی جائے گی، تم (شاگرد) ان باتوں کے گواہ ہو۔"

(لوقا ۲۴: آیت ۴۵تا ۴۸)۔

المعراج کےواقعہ میں دو باتیں ، مندرجہ ذیل ہیں :

۱ ۔ سیدنا مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے ان کا آخری پیغام ، اور حکم جو مسیح نے اپنے شاگردوں کو، اوراپنے پیروکاروں کے حق میں دیا یہ تھا:

الف۔ آسمان اور زمین کا کُل اختیار مجھے (مسیح) کو دیا گیا ہے ۔ پس تم ساری دنیا میں جاؤ اور ان کو (توبہ / گناہوں کی معافی / نجات اور) انجیل کی خوشخبری کی منادی کرو، اور سب قوموں (بشمول مسلمانوں) کوشاگرد بناؤ۔

ب۔ اور ان کو(ساری دنیا کو) باپ ، بیٹے اورروح القدس کے (ایک) نام سے (ناموں سے نہیں) بپتسمہ دو۔

ج۔ اور ان کو (ساری دنیا کو) یہ تعلیم دو کہ جو کچھ میں (مسیح) نے تم کو سکھایا ہے ان پر (محض فرضی اور لفظی ایمان نہیں رکھیں) بلکہ ان سب احکامات پر عمل کریں، جن میں نے تم کو (انجیل میں) حکم دیا ہے۔

۲۔ مسیح کا اپنے شاگردوں کے ساتھ یہ وعدہ تھا کہ عالم بالا سے انہیں روح القدس کی قوت کا لباس ملے گا، اور یہ وعدہ نہ صرف شاگردوں کے وقت تک ہی پورا ہوتا ہے بلکہ آج اور ابد تک ، ہر ایماندار ، اورہم سب انسان ، مسیح پر ایمان لانے کی صورت میں ، اس وعدہ میں شریک ہیں۔ اورہم مسیح کے گواہ ہیں اور یہ ایمان رکھتےہیں کہ سیدنا مسیح ، خداوند کا زندہ کلام اور خدا کا اکلوتا بیٹا ہے، اور خدا کا پاک روح اب سے لے کر ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہمارے ساتھ ساتھ رہے گا۔

سیدنا مسیح کی آمدِ ثانی

(سیدنا مسیح کی اس دنیا میں دوسری آمد)

سیدنا مسیح ، زندوں اور مردوں کا انصاف کرنے کے لئے ، الہیٰ منصف کی حیثیت سے اس دنیا میں جلد ہی دوبارہ تشریف لائیں گے۔ (رسولوں کے اعمال ۱: ۱۱ ، یوحنا عارف کا مکاشفہ ۲۰: ۱۱ تا ۱۵)، مسیح کا الہیٰ منصف کی حیثیت سے اس دنیا کے آخر میں دوبارہ آنا، مسلم عقیدہ بھی ہے۔ اور اس کے پیش نظر کئی احادیث بھی ملتی ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں :

۱ ۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث کی کتاب ۱۱ کے صفحہ ۲۵۶ میں یوں درج ہے :

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم واما مکم منکم

"تمہاری حالت اس وقت کیا ہوگی جب مریم کے فرزند نزول فرمائیں گے اور تمہاری پیشوائی کریں گے"(یہاں پیشوائی محمد نہیں کریں گے)۔

۲ ۔ امام احمد بن حنبل کی مسند میں ۲: ۲۴۰، ۴۱۱ میں دیکھئیے۔

لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم اماما مھدیا وحکما عدلا

" جلد ہی تم میں عیسیٰ ابن مریم ، بحیثیت راہ یافتہ امام اور عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہونگے۔" (یہاں بھی محمد کا ذکر نہیں۔)

۳۔ ایک مرتبہ محمد نے قسم کھا کر دوسروں کو یقین دلایا تھا کہ عیسیٰ (یسوع) مریم کے بیٹے المسیح ، دوبارہ ایک بہترین حاکم ومنصف بن کر آئیں گے ۔ (یہاں محمد نے اپنے دوبارہ آنے ہر گز نہیں کیا)

واللہ لینزل ابن مریم حکما عدلا

(حدیث مسلم کتاب اول صفحہ ۷۶)۔

ان احادیث کی تشریح سے یہ جاننے کو ملتا ہے کہ صرف سیدنا مسیح ہی کی دوسری آمد، ضرور ہی آخری زمانہ میں ہوگی، (افسوس کہ ان اسلامی حوالوں میں محمد عربی کی دوبارہ آمد کا کوئی ذکر ہمیں نہیں ملتا)۔ یہاں لفظ " حکما " سے یہ صاف ظاہر ہے سیدنا عیسیٰ کی دوبارہ آمد نبی کی حیثیت سے نہیں ہوگی، اور مسیح ، خدا کی شریعت واحکام کو، جو اس وقت بائبل مقدس میں استعمال ہورہے ہیں ، پھر سے انہیں کولے کر نہیں آئیں گے بلکہ اب مسیح، تمام

زندوں اور تمام مُردوں کے منصف اعلیٰ کی حیثیت سے تشریف لائیں گے ، اور اب مسیح ، اپنے ساتھ کتابِ حیات کو لے کرآئیں گے، جس کی بابت انجیل میں یوں لکھا ہے،" پھر میں نے چھوٹے بڑے سب مردوں کو اس تخت کے سامنے کھڑے ہوئے دیکھا اور کتابیں کھولی گئیں۔ پھر ایک اور کتاب کھولی گئی یعنی کتابِ حیات اور جس طرح ان کتابوں میں لکھا ہوا تھا ان کے اعمال کے مطابق مردوں کا انصاف کیا گیا۔ اور سمندر نے اپنے اندر کے مُردوں کو دے دیا اور ان میں ہر ایک کے اعمال کے موافق اس کا انصاف کیا گیا پھر موت اور عالم ارواح، آگ کی جھیل میں ڈالے گئے ۔ یہ آگ کی جھیل دوسری موت ہے۔ اور جس کسی کا نام کتابِ حیات میں لکھا ہوا نہ ملاوہ آگ کی جھیل میں ڈالا گیا"(مکاشفہ ۲۰: ۱۲ تا ۱۵)۔

حدیث البخاری و مسلم کاموازنہ رومیوں کے خط ۲: ۱۶ سے کیجئے:

" جس روز خدا، میری خوشخبری کے مطابق، سیدنا مسیح
کی معرفت، آدمیوں کی پوشیدہ باتوں کا انصاف کریگا"

چنانچہ اب میرے لئے سیدنا مسیح کو اپنا خداوند اور شخصی نجات دہندہ قبول کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اب میں، اپنے شخصی نجات دہندہ ، سیدنا مسیح کا انتظار کرتا ہوں، جب کہ وہ خدا باپ آسمانی کے جلال میں ، دنیا کے آخرت پر، حاکم وعادل ومنصف کی حیثیت سے ، بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خدا ہو کر ظاہر ہوگا۔ مسیح کو شخصی طور پر نجات دہندہ کے طور پر ماننے والوں کے بارے میں قرآن بیان کرتا ہے:

إِذْ قَالَ اللّهُ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُواْ وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُواْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

خدا نے عیسیٰ سے فرمایا:

" میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کرکے تم کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور تمہیں کافروں کی صحبت سے پاک کردوں گا اور جولوگ (یعنی مسیحی) تمہاری پیروی کرینگے ان کو کافروں پر قیامت تک فائق وغائب رکھوں گا"(آل عمران آیت ۵۵)۔

واضح اور صاف طور پر قرآن صرف مسیح کی نجات و سرفرازی کی گواہی ضمانت دیتا ہے کہ:

مسیح ہی ہمیشہ کی آسمانی زندگی ہے۔

سیدنا عیسیٰ مسیح نے پاک انجیل میں یوں فرمایا کہ:

" میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ
جو میرا کلام سنتا اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے،
ہمیشہ کی زندگی اس کی ہے اور
اس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا بلکہ
وہ موت سے نکل کر
زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔"
(یوحنا ۵: ۲۴)۔

"راہ حق اور حق اور زندگی میں ہوں،
کوئی میرے وسیلے کے بغیر باپ کے پاس نہیں آسکتا۔"
(یوحنا ۱۴: ۶)۔

بائبل مقدس کی صداقت

جیسا کہ میں نے اپنے مسیحی ایمان کی بابت گواہی کے شروع ہی ذکر کیا تھا، کہ سب سے پہلے سورہ المائدہ کی آیت ٦٨ نے مجھے بائبل کی صداقت کو پرکھنے پر آمادہ کیا، اور یہ قرآنی آیت، بائبل مقدس کی ازلی صداقت کی تصدیق کرتی ہے کہ بائبل مقدس (توریت ،زبور ، انبیاء اکبر اور اصغر کے صحیفے ، اور انجیل) ہر اس شخص کے لئے ، جو روح اور سچائی سے خدا کی پرستش کرتا اور خدا کی مرضی کو دل سے بجالات ہے، آسمانی حق سے معمور ، راست اور برحق کتاب ہے۔

قرآن میں کئی ایسی آیات ہیں، جو مسلم علماء کھلے عام، یہ ثابت کرنے کے لئے استعمال کرتے، کہ بائبل مقدس (توریت، زبور، انبیاء اکبر اصغر کے صحیفے اور انجیل) تبدیلی، تحریف یامنسوخی یا کسی غلطی کاشکار ہوچکی ہے۔ میں نے بھی، بظاہر مومن اور پکا مسلمان ہوتے ہوئے ، ان قرآنی آیات کو، مسیحیت کے خلاف، اپنی پرانی جہالت اور اسلامی ایمان اور اپنی انسانی عقل ک نادانی کی حالت میں خوب استعمال کیا، اور دوسروں کو بھی یہی ترغیب دیتا رہا۔

لیکن مسیحیت میں آنے کے بعد میں نے ان قرآنی آیات کو واقعی حقیقی معنوں میں سمجھنے کی خواہش کی، جیسا کہ میں نے بائبل مقدس کے حقیقی متن کو اپنے پورے دل و جان عقل وشعور سے سمجھنے کی دعا، کوشش اور خواہش کی۔

میں نے سچائی سے یہ جاننے کی کوشش کی کہ یہ مندرجہ ذیل قرآنی آیات کس حد تک حقیقت پر مبنیٰ ہیں، اور بلاخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ :

۱ ۔سورۃ البقرہ ۷۵۔

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُواْ لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلاَمَ اللّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ

" اے مسلمانو! کیا پھر بھی ان (یہودی اور مسیحی لوگوں)(جنہوں نے پہلے اسلام قبول کیا اور مگر پھر اسلام سے منحرف ہوگئے)، سے یہ توقع کرتے ہو کہ وہ تمہارا (محمد کا) یقین کریں گے حالانکہ ان کا ایک گروہ ، اللہ کے کلام (قرآن) کو سن کر اور سمجھنے کے بعد، دانستہ طور پراس (قرآن) کا مطلب بدل دیتا ہے، گویا کہ وہ بہت علم رکھتے ہیں۔"

یہاں مسلمان" فریق منھم" کا ترجمہ یہود و نصار کرتے ہیں کہ انہوں نے خدا کے الہیٰ وپاک اور برحق کلام یعنی توریت ، زبور اور انجیل میں تبدیلی کی ہے۔ مگر اس قرآنی آیت کی تحقیق میں یہ بات روشن ہوتی کہ اس کا مطلب وہ نہیں وعموماًمسلمان لیتے ہیں، بلکہ اس سے مراد توصرف وہ یہودی و مسیحی تھے، جنہوں نے پہلے تو اسلام قبول کرلیا، مگر جب ان کو محمد اور قرآن کی تعلیمات کی بطالت اور غیر الہامی ہونے کا علم ہوا، تو یہ لوگ ، اسلام کو ترک کرکے ، پھر سے اپنے پہلے والے سچے دین میں شامل ہو گئے۔ قرآن توصرف ان چند لوگوں (کے گروہ) کو، قرآن اور اسکی تفسیر کی تبدیلی الزام دیتا ہے، یہاں اس گروہ پر بائبل مقدس کی تحریف کا ہر گزالزام نہیں۔

اس قرآنی آیت کو پڑھنے سے یہ سمجھا جاسکتا کہ " محمد ! کیا تم، ابھی بھی توقع کرتے ہو کہ یہ لوگ (مذہب تبدیل کرنے والا گروہ) تمہارا یقین کریں گے، یا تمہارے دین کے قائل ہوجائیں گے؟ اس جملے میں " تم" کا لفظ محمد کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مذہب تبدیل کرنے والے اسی گروہ نے جب محمد کو کسی قسم کا نبی قبول کرنے سے انکار کردیا، قرآن کو خدا کی جانب سے کتاب ماننے سے انکار کردیا، اور اسلام کو خیرآباد کہہ دیا، تو اسی گروہ پر یہ الزام دیا گیا کہ انہوں نے قرآنی آیات میں تبدیلی کی ہے، اور یہ کہ ایسے لوگ جاہل، بے علم اور جھوٹے ہیں۔ (یہاں اسلام کو ترک کرنے والے گروہ پر بائبل کی تبدیلی کا ہرگزالزام نہیں بلکہ اسی گروہ پر قرآن اور قرآن کی تفسیر کو بدل دینے کے الزام کا ذکر ملتا ہے)۔ یہ قرآنی آیت ان یہودیوں اور مسیحیوں کے خلاف تحریر نہیں کی گئی جو مسیحی مذہب کی تعلیمات میں عالم اور

مسیحی دین کے ماہر تھے، اور نہ ہی قرآن یہ الزام دیتا، کہ یہودیوں یا مسیحیوں کی جانب سے ، بائبل میں تبدیلی کی گئی ہے بلکہ یہ قرآنی آیت تو خود اپنے ہی قرآنی متنوں کی تبدیلی اور رد وبدل کی تصدیق کرتی ہے۔

۲- سورہ بقرہ ۱۰۶ -

مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا

"ہم جس (قرآنی) آیت کو منسوخ کردیتے یا اسے فراموش کرادیتے ہیں تو اس سے بہتر ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ خدا ہر بات پر قادر ہے۔"

اس قرآنی آیت کے بارے میں عام طور پر مسلمان یہ مانتے ہیں کہ یہ " منسوخ شدہ یا فراموش شدہ آیات" توریت اور انجیل کے بارے میں ہیں۔ لیکن اسلام میں قرآن کی تحریف کی بابت بہت سی ، منسوخ شدہ یا فراموش شدہ " قرآنی آیات مل جائیں گی کیونکہ ایسی قرآنی آیات کے قوانین اور احکام ، بعد میں منسوخ کرنا پڑے !

" کتاب التجدید" کے مطابق ۵ سے ۵۰ ایسی قرآنی آیات ہیں جو منسوخ شدہ ہیں۔ ایک اور مسلم گروپ کا کہنا ہے کہ " منسوخ شدہ یا فراموش شدہ" وہ قرآنی آیات ہیں جو محمد کی سیرت کے متعلق ہیں۔ محمد، خدا کی طرف سے وحی یافتہ ہوتے ہوئے یا نبی ہوتے ہوئے بھی، موسیٰ نبی یا مسیح کی طرح، کسی قسم کا معجزہ دکھانے کی قدرت سے بالکل ہی محروم اور بے بہرہ تھا۔ (موسیٰ اور سیدنا مسیح کے واضح ظاہری اور حقیقی معجزات کے سامنے، قرآن کو ، اپنے آپ میں ، ہر گز کسی قسم کا معجزہ نہیں مانا جاسکتا، جبکہ قرآن ، پاک توریت اور پاک انجیل سے ہر گز افضل بھی نہیں)۔ اس لئے سورہ البقرہ آیت ۱۰۶ کو اس ثبوت کے طور پر کہ الہیٰ کتاب بائبل مقدس کی سچائی کو رد کردیا جائے ، ہر گز استعمال نہیں کرسکتے۔ بائبل مقدس ہی سچائی اور راستی کی حقیقی بنیاد ہے۔ ہر اس بشر کے لئے جو خدا کی پرستش ، روح اور سچائی سے کرتے ہیں۔

۳- سور المائدہ ۱۳

فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَنَسُواْ حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُواْ بِهِ وَلاَ تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىَ خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ إِلاَّ قَلِيلاً مِّنْهُمُ

"---انکے عہد توڑدینے کے سبب سے ، ہم نے (یہودیت اور مسیحیت سے اسلام میں داخل ہونے والے اور بعد میں مسلمانیت کو پرکھ کر، اسلام / محمد کو رد کردینے والے)اس گروہ پر لعنت کی ، اور ان کے دلوں کو سخت کردیا۔ یہ لوگ کلمات قرآن کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔ اور جن باتوں کی ان کو نصیحت کی گئی تھی ان کا ایک حصہ فراموش کر بیٹھے ، اور تھوڑے آدمیوں کے سوا ہمیشہ تم ان کی، ایک نہ ایک خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو تو ان کی خطاؤں کو معاف کرو اور ان سے در گذر کرو کہ خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"

سورہ المائدہ کی یہ آیت تو صرف" اس گروہ" ہی سے مخاطب ہے جو پہلے غیر مسلم تھے ، مگر اسلام کو پرکھ کر انہوں نے مسلمانیت کو ترک کرنے کا فیصلہ کیا مگر مسلمان علماء دانستہ طور پر یہاں ، " اس گروہ" کو تمام یہود و نصاریٰ کہہ کر اس آیت کی غلط تشریح کرتے ہیں۔ اور اگرچہ مندرجہ بالا قرآنی آیت میں یوں لکھا ملتا ہے کہ " اس گروہ کے لوگ کلمات قرآن کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں" مگر مسلم علماء ان الفاظ کی یوں تشریح کرتے کہ "مسیحی لوگ بائبل میں موجود توریت اور انجیل کی سچائی کو بدلتے اور مٹاتے ہیں۔" حقیقت میں یہ قرآنی آیت ایسے ہی استعمال کی گئی ہے جیسے کہ سورہ البقرہ کی آیت ۷۵ میں اس گروہ کے لئے ، یعنی ایسے یہودی و مسیحی لوگوں کے لئے ، جنہوں نے پہلے تو اسلام قبول کرلیا،مگر جب ان کو محمد اور قرآن کی تعلیمات کی گمراہ کن بطالت کا علم ہوا، تو یہ لوگ محمدیت اور مسلمانیت کو ترک کرکے ، پھر سے اپنے پہلے والے سچے الہیٰ دین میں شامل ہوگئے۔ قرآن نے دین اسلام کو خیر آباد کہنے والے اس گروہ کو نشانہ بنایا ہے کہ صرف ان لوگوں ہی نے قرآنی

آیات کے لفظوں میں تبدیلی کردی ہے ، نہ کہ بائبل میں کسی قسم کی تبدیلی کو نشانہ بنایا ہے۔ اور قرآن یہاں ، سچے مسیحی لوگوں کو مخاطب بھی نہیں کررہا ۔ مزید اسی موضوع پر تفصیل کے ساتھ سورہ المائدہ ۱۳ : ۷- ۱۴ کے متن کو پڑھ سکتےہیں۔ بظاہر سورۃ المائدہ کی آیت ۱۳ کو توریت ، زبور اور انجیل کی الہیٰ سچائی کو جھٹلانے کے لئے ، بنیاد کے طور پر استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

نتائجِ تحقیق

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے ، قرآن میں اسی طرح کی ملتی جلتی اور بھی آیتیں ہیں جن کو پڑھنے سے یوں لگتا ، گویا کہ وہ بائبل کی الہیٰ سچائی کی بنیاد کو رد کرتی ہیں۔ لیکن گہرائی سے مطالعہ کرنے اور اچھی طرح سے پرکھنے کے بعد، میں ، اب یہ اقرار کرتا ہوں کہ ایک بھی ایسی قرآنی آیت موجود نہیں ، جو کھلے اور واضح طور پر یہ بیان کرتی ہو، کہ توریت ، زبور اور انجیل میں کسی بھی طرح کی تبدیلی کی گئی ہے۔ یا انکی الہیٰ اور صحیح حالت کو، کسی طرح سے بدل دیا گیا ہے(اگر یہودیوں پر یہ الزام ہے کہ وہ توریت کی آیات کو ان کے مقام سے ادھر ادھر کردیتے ہیں۔ تو اس سے ہر گز یہ مطلب نہیں کہ یہودی لوگ، توریت کی کتاب کے اصلی متن کو بدل دیتے ہیں، او رجب توریت کا اصلی متن اپنی جگہ قائم ودائم ہے، تو توریت کی تعلیمات کی صداقت ، بالکل شفاف ہے ، جس کی تابع داری کرنا ہم پر فرض الہیٰ بنتا اور مسیحیوں پر انجیل یعنی کلام الہیٰ کے بدلنے یا تحریف کا ایسا الزام ، بالکل بھی قرآن میں موجود نہیں)۔

آخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ قرآنی آیات یعنی سورہ المائدہ ۶۸ ، سورہ البقرہ ۶۲ ، سورہ السجدہ ۲۳ اور کئی دوسری آیات ایسی ہیں ، جو یہ یقین دلاتی ہیں کہ توریت ، زبور اور انبیاء کے صحائف اور انجیل ، ہی فی الحقیقت الہیٰ سچائی سے معمور راست اور برحق الہیٰ کلام خدا ہیں، جو ان سب مسلمانوں کے لئے موزوں اور سچی و برحق ہدایت ہے ، جو اپنے معبود کی پرستش وعبادت ، اس کی پاک مرضی کے مطابق روح اور سچائی سے کرنا چاہتےہیں۔

ماحول کے اثرات کے خلاف میری جدوجہد

جب کہ توریت، زبور اور انجیل کی سچائی پر عیاں اور روشن ہوچکی تھی اور میں مسیحی ایمان میں پختگی حاصل کرچکا تھا، اور مسیح کو اپنا حقیقی شخصی نجات دہندہ کے طور پر قبول کرنے کے لئے بھی تیار تھا۔ پھر بھی میں اپنے مسیحی عقیدہ کا کھلے عام اعلان نہیں کرپارہا تھا کیونکہ میرے گردوپیش کے حالات سازگار نہ تھے اور میرے لئے رکاوٹ کا سبب بنے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ میں خوف واضطراب کا شکار تھا۔

میں کئی ایسے لوگوں سے واقف تھا جنہوں نے مسیح کو اپنا شخصی نجات دہندہ قبول تو کرلیا تھا۔ لیکن ماحول کے اثرات سے گھبرا کر ٹھوکر کھاگئے ۔ شاید وہ ایمان میں پختہ نہ تھے۔ والدین کی مخالفت یا نوکری سے الگ کردیئے جانے کا خطرہ، بیوی یا منگیتر سے تصادم اور کئی ایسے ہی خطرات، جو مسیح کو پورے طور پر اپنی زندگی کی حکمران بننے کے لئے، نومرید مسیحی کے لئے، رکاوٹ کا سبب بن جاتے ہیں۔

مسیح نے ماحول کے اثرات سے پیشتر ہی انجیل کی ان آیات سے خبردار کردیا تھا، "یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں، صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں کیونکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کردوں۔ اور آدمی کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہونگے۔" (متی ۱۰ : ۳۴تا ۳۶)۔

اس انجیل کی آیت سے یہ وضاحت ملی کہ مسیح کی شاگردیت میں مشکلات درپیش ہوسکتی ہیں۔ ہوسکتا ہے والدین کی طرف سے مذہب کی تبدیلی کے باعث نفرت کا جذبہ پیدا ہو، خاندانی تعلقات ختم ہوجائیں اور اسے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوجائے، جب کہ جن زندگیوں نے مسیح کو دل سے قبول کرلیا اور اپنا خداوند مان لیا، اور اپنی زندگیوں کو مکمل طور پر مسیح کے حوالے کردیا کہ وہ ان کے دلوں اور خیالوں پر حکومت کرے، تب اس طرح کی مشکلات اور پریشانیاں دیرپا کبھی نہیں رہتی ہیں، اور خدا باپ کا الہیٰ فضل، سیدنا مسیح میں، ان تمام مسائل پر غلبہ پانے کے لئے مددگار ہوگا، اور مسیح کے نام میں ضرور ہی فتح ہوگی۔مجھے بھی ایسے ہی تجربات سے گزرنا پڑا، لیکن ہر بار خدا باپ کی الہیٰ مدد و رہنمائی نے، ان تمام مسائل سے نکلنے کی راہ بھی آسان کردی۔

۱۹۶۱ء سے لے کر ۱۹۶۴ء تک میں، دوہرے مذہبی فرائض ادا کرتا رہا۔ مسلم عقیدہ کے مطابق دعا کرتا اور ہر جمعہ مسجد بھی جاتا۔ اس کے ساتھ ہر اتوار کو گرجاگھر بھی جاتا تاکہ مسیحی عبادت کی بابت مزید جان سکتا۔ میں ہفتہ وار مسیحی کلیسیائی عبادات میں شریک ہوتا تھا، اس لئے نہیں کہ میں مسیحیت کے لئے قائل ہوچکا تھا، بلکہ بغیر کسی عقیدہ اور ایمان کے مسیحی عبادات میں شریک ہوتا تھا۔ میں زیادہ تر، صرف حق اور سچائی کی تلاش و تحقیق کی خاطر چرچ جاتا تھا، کہ مسلمانوں کے اس الزام کی پڑتال بھی کرسکوں، کہ مسیحی لوگ، گرجاگھر میں بتوں کی پرستش کرتے ہیں یا نہیں۔ اس بات کے لئے میں، ہر اتوار کو، جکارتہ کے گرد اگرد بیشتر گرجاگھروں میں گیا، اور مسیحی کلیسیائی عبادات میں شریک ہوا، خاص کر اس تحقیق کی بابت کہ مسیحی لوگ، کہاں تک بتوں، یعنی مجسموں یا تصاویر کی پوجا کرتے ہیں۔

بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ، بائبل مقدس کے عین مطابق، سچی مسیحی عبادات میں، بت پرستی کا شبہ بالکل ہی بے بنیاد ہے، اور میں نے مسیحیت کے خلاف اپنے تمام ترخدشات کو بالکل بے بنیاد اور باطل پایا۔اور جس جس گرجاگھر میں گیا مجھے بالکل بت پرستی کا احساس تک نہ ہوا، اور کہیں بھی بت پرستی نظر نہ آئی۔

۱۹۶۴ء میں خدا کی پاک روح(روح القدس) کے گہرے احساس اور موجودگی سے، میری زندگی لبریز ہوگئی، اور اس وقت سے میں نے فیصلہ کرلیا کہ میں اپنے سارے دل اپنی ساری جان اور اپنے مکمل شعور اور ضمیر سے سیدنا عیسیٰ مسیح کو اپنا شخصی نجات دہندہ قبول کرکے انجیل کے تابع ہوجاؤنگا۔ لیکن ابھی تک ایک بات کی کمی کا احساس مجھ میں تھا،

وہ یہ کہ میں اپنے مسیحی ایمان کا اقرار اعلانیہ طور پر نہیں کررہا تھا، اور میں نے اب تک مسیحیت کو راز میں رکھا ہوا تھا، اور میں نہیں چاہتا تھا کہ میری بیوی اور بچے اور میرے عزیز دوستوں کو میرے مسیحی ہونے کا فیصلہ کی بابت علم ہوتا۔

اسی غرض سے میں نے کوی تنگ شہر میں چرچ آف انڈونیشیا سے، راز داری میں بپتسمہ لینے کی درخواست کی، جو کہ نامنظور کردی گئی کیونکہ بپتسمہ کی رسم کو خفیہ نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ اور دو یا تین گواہوں کا بھی ہونا ضروری تھا۔

کئی ہفتے گزرنے کے بعد پھر بپتسمہ لینے کے سلسلہ میں میں نے پادری جے سپولیتے (Rev.J.Sapulet) سے بیت ایل چرچ، جاتی نگارا میں ملاقات کی، اور وہ فوراً راضی ہوگئے۔ مگر ایک شرط پر کہ بپتسمہ کی رسم دو یا تین مسیحی پڑوسیوں کے سامنے ہوگی، تاکہ وہ میری مسیحی زندگی میں میری روحانی راہنمائی و مدد کرسکیں، اور میں، خدا کے لائق، مسیحی زندگی بسر کرسکوں لیکن اپنے ماحول کے اثرات کے تحت میں اس شرط کو ماننے پر تیار نہ تھا جیسا کہ اب تک میں نے مسیحی ہوتے ہوئے اعلانیہ اقرار نہ کیا تھا۔ مجھے خوف تھا کہ میرے اپنے ہی خاندان میں بڑی مشکل پیدا ہوجائیگی، میں اپنی بیوی سے بات کرنے کی ہمت نہ پارہا تھا کہ وہ چرچ میں میرے ساتھ جائے، بلکہ مجھے میری بیوی کی طرف سے خطرہ تھا کہ وہ انتقاماً مجھے اسلامی قانون کے تحت طلاق کے لئے عدالت تک لے جاسکتی تھی، اور میں ان تمام خطرات کے پیش نظر خوف زدہ تھا اور خفیہ طور پر مسیحی زندگی بسر کرنا چاہتا تھا۔

اب میری زندگی، مسیحی ایمان میں غیر یقینی نہ رہی تھی، اور مسیح کو شخصی نجات دہندہ قبول کرنے میں مجھے کوئی شک وشبہ نہ رہا تھا۔ اس لئے اب میں نے، دوطرفہ مذہبی رجحان بھی ترک کردیا تھا اور اب صرف، مسیح کے وسیلہ، سچے آسمانی خدا باپ کی عبادت کے لئے گرجا گھر ہی جاتا تھا لیکن راز افشا ہوجانے اور خاندان کے ردِ عمل کا ڈر، ہمیشہ ہی لگا رہتا تھا اور مجھے کوئی حل نظر نہیں آتا تھا کہ میں ان تمام مشکلات پر کیسے قابو پاؤں، اور نہ ہی مشورہ لینے کی غرض سے کسی کے پاس گیا۔

پیشتر اس کے میں اپنی بیوی سے مذہب کی تبدیلی کے بارے میں بات چیت کرتا جو کہ ہمارے لئے مشکل کا سبب بن سکتا تھا، خدا نے اپنے وقت پر ان تمام مشکلات پر قابو پانے کے لئے بروقت مدد کی اور خدا نے اپنی بڑی رحمت میں میری بیوی پر اپنے پاک آسمانی فضل کی سچائی کا آسمانی دروازہ کھول دیا۔ کرسمس کی خوبصورت سجاوٹ یعنی وہ خوبصورت رنگ برنگی روشنیاں اور ستارے، جبکہ مسیحی گھروں سے عجیب دلکش نظارہ پیش کررہے تھے، تو ان نظاروں نے میری بیوی کے دل کو بہت خوشی اور سکون کا احساس بخشا اور مسیحیت کی خوبی اس پر ظاہر ہوئی کہ مسیحی زندگی کیسی پاک خوشی اور روحانی برکت کی ہوتی ہے۔ میری بیوی اور میری بیٹی نے دلی اظہار کیا کہ انہیں کرسمس کی خوشی اور مسیحیت نے عجیب خوشی اور شادمانی دی ہے، اور دلی خواہش کا اظہار کیا کہ کتنا اچھا اور بابرکت موقع ہو کہ ہمارا گھر بھی مسیحی ہو۔ اب یہی موقع تھا جس کا میں منتظر تھا اور اگلے ہی دن جبکہ کرسمس کی خوشیاں منائی جارہی تھیں، تب میں پادری جے سپولیتے سے پھر ملا اور ان سے اپنے لئے اور خاندان کی طرف سے بپتسمہ کی درخواست کی، جو فوراً منظور ہوگئی۔

۲۶ دسمبر ۱۹۶۹ء کو میں نے بمعہ بیوی اور سات بچوں کے ایک خاندان کی طرح بیت ایل چرچ میں پادری جے سپولیتے سے بپتسمہ لیا۔ ایک ہفتہ گزر جانے کے بعد میرے ایک اور بیٹے نے بھی بپتسمہ لیا اور یہ بھی انکشاف ہوا کہ وہ بھی چھپ چھپ کر چرچ جاتا تھا، تاکہ کوئی جان نہ سکے، اور جب کہ میں اپنی بیوی اور بچوں کے ڈر سے چھپ کر چرچ جاتا تھا۔ گویا ہم ایک دوسرے کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتے رہے۔ لیکن خداوند کی تعریف اور شکر بجالاتا ہوں کہ آخر کار میں اور میرا خاندان، سیدنا مسیح اور پاک انجیل کے سچے پیروکار بن گئے اور خاندان کے

ہر فرد کے دل پر اب، خداوندوں کا خدا اور بادشاہوں کا بادشاہ یعنی سیدنا عیسیٰ مسیح حکومت اور بادشاہت کرنے لگا۔

بے شمار برکتیں

۲۶ دسمبر ۱۹۶۹ ءمیں بپتسمہ لینے کے بعد گھریلو اور خاندانی خوشیوں میں بے انتہا اضافہ ہوا، اور ان چند برکتوں کے باعث توہماری گھریلو زندگی کی خوشیوں کا گھوارہ بن گئی۔ پولوس رسول نے کرنتھیوں کے خط میں یوں لکھا ہے:

"اس لئے اگر کوئی مسیح میں ہے تو نیا مخلوق ہے، پرانی چیزیں جاتی رہیں دیکھو وہ نئی ہو گئیں۔(۲ کرنتھیوں، ۵: ۱۷)۔

ہر کوئی شخص، جو مسیح کو اپنا شخصی نجات دہندہ قبول کرتا ہے، خداوند اس ایماندار کی زندگی کو تبدیل کردیتا ہے، اور تب اس کی صورت مسیح کی شکل میں بدلنے لگتی ہے، بائبل مقدس میں یوں لکھا ہے:

" خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا"(پیدائش ۱: ۲۷)۔

اس نئی روحانی تبدیلی میں محبت اور خوشی کی چاہتیں جنم لینے لگتی ہیں۔ یعنی اس گناہ آلودہ فانی دنیا کی چیزیں پہلے دن پسند اور من بھاتی تھی اور اب نا پسند ہونے لگیں اور مسیح اور انجیل کی بابت جو باتیں نا پسند تھی، وہ دل پسند بن گئیں۔ یہ تبدیلی ہمارے خاندان کی اندرونی زندگی میں ایسی نمایاں تھی، جسے ہم سب نے محسوس کیا، اور آس پاس کے لوگوں نے بھی ایسا ہی محسوس کیا۔ یوں، ایماندار کا طرز زندگی بھی بدل جاتا اور یہی کیا ہی عجیب تبدیلی ہے جو پاک مسیحا نے ہمیں دی!۔

"یسوع نے کہا کہ اگر کوئی پیاسا ہو تو میرے پاس آکر پئے۔ جو مجھ پر ایمان لائے گا اس کے اندر سے جیساکہ کتاب مقدس میں آیا ہے، زندگی کے پانی کی ندیاں جاری ہونگیں۔" (یوحنا ۷: ۳۷تا ۳۸)۔

" میں (یسوع) اس لئے آیا کہ وہ زندگی پائیں اور کثرت سے پائیں۔"(یوحنا ۱۰: ۱۰)۔

ہماری روزمرہ کی خاندانی زندگی میں تبدیلی اس قدر تیزی سے نمایاں ہوئی کہ ہم لوگوں کی نظروں میں آگئے اور ہماری طرف انگلیاں اٹھنے لگیں۔ ہمارے ہمسائے اور رشتہ دار یہ خیال کرنے لگے کہ مسیحیت اختیار کرنے کے بدلہ میں گرجا گھر کی طرف سے مدد ملنے لگی ہے۔ لوگ تمسخر سے کہتے " کہ اگر جلد امیر بننا ہے تو مسیحی ہوجاؤ اور مدد کے طور پر چرچ کی طرف سے لاکھوں روپیہ وصول ہوگا" ۔ لوگ یہ شک کرتے تھے کہ ہماری زندگی میں برکات کا نازل ہوجانا چرچ کی طرف سے ہے، گویا کہ مسیحی ہوجانے پر رشوت کے طور پر ہمیں مالی مدد دی گئی ہو۔ مگر ایسا تو ہرگز نہ تھا! ہم نے کسی بھی چرچ سے یا کسی اور ذریعہ سے مسیحی ہوجانے پر کسی قسم کی مدد کے لئے ایک پائی تک نہ لی اور نہ ہی روزگار کے لئے کوئی وعدہ لیا۔ درحقیقت یہ تمام روحانی ومادی برکات اور بابرکت زندگی، فقط خدائے خالق کی طرف سے ایک فیاضی تھی، جیسا کہ اس نے وعدہ کیا ہے: بلکہ تم پہلے اس کی بادشاہی اور اسکی راستبازی کی تلاش کرو تو یہ سب چیزیں بھی تم کو مل جائیں گی، جو کوئی اس پر ایمان لائے گا کثرت کی زندگی پائے گا، اور خداوند کے طالب کسی نعمت کے محتاج نہ ہوں گے۔

میرے غیر متحرک ابتدائی مسیحی سال

۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۲ء تک میں ایک جامد (سست) مسیحی تھا۔ میں تجارت کی ترقی میں اور خاندانی پرورش میں مصروف تھا۔ میری مذہبی دلچسپی صرف اتوار کو چرچ جانے اور فارغ وقت میں بائبل مقدس کی تلاوت میں تھی۔ اور میرے اس مسیحی رویہ کا خدا نے مجھے احساس دلایا، اور میں نے اس وقت واضح محسوس کیا کہ خدا نے مجھے آگاہی دی ہے" اگر تم حقیقی مسیحی بننا چاہتے ہو تو اس طرح کی سرد مزاجی کا رویہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے، اور نہ ہی یہ مناسب ہے کہ تم صرف خدا کی برکات کا مزہ چکھو، بلکہ مسیح کے ایک شاگرد کی حیثیت سے اپنی شخصی مسیحی گواہی، دوسروں کو سناؤ اور انجیل کی منادی کرو جیسا کہ مسیح نے تمہیں حکم دیا ہے" پس تم جا کر سب قوموں کو (سیدنا مسیح) کے شاگرد بناؤ اور ان کو باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور ان کو یہ تعلیم دو ان سب باتوں پر عمل کریں، جن کا میں نے تم کو حکم دیا اور دیکھو میں، دنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔"

(متی ۲۸: ۱۹ تا ۲۰)۔

سوال یہ تھا کہ کس طرح میں، کھلے عام شخصی مسیحی گواہی، اور انجیل کی خوشخبری کی منادی دوں؟ درحقیقت میں خواہش تو رکھتا تھا، لیکن میں ناواقف تھا کہ انجیل کی منادی کا کیسے آغاز کیا جائے۔ مگر خدا نے خود ہی، منادی کے لئے راہ کو تیار کیا، جس کا بیان یوں ہے:

ایک دن میرا بہترین دوست ہمارے گھر ایک رات قیام کرنے کے لئے بنجرماسن سے آیا، وہ میرا حقیقی دوست تھا اور اچھے اور برے دنوں میں وہ میرا قریبی ساتھی تھا۔ جب جرمن فوج کی طرف سے گرفتاری ہوئی تب بھی قیدخانہ یا کیمپ میں، ہم ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے۔ حسب معمول گھر داخل ہوتے ہی، بغیر کسی نشان دہی کے کہ اب ہمارا خاندان مسیحی مذہب اختیار کر چکا ہے۔ اس نے کہا "السلام علیکم" میں نے بھی جواب دیا" وعلیکم السلام" میرے دوست کو میرے مسیحی ہونے کی خبر تو تھی لیکن اسے یقین نہ آیا تھا۔ بلکہ اس نے ان لوگوں کو جنہوں نے اطلاع کی انہیں بتایا کہ " میں امبری کو اچھی طرح جانتا ہوں نہ صرف جکارتہ ہی سے بلکہ بنجرماسن سے بھی، وہ کوئی معمولی مسلمان نہیں، بلکہ اپنے صوبہ میں تشدد پسند مجاہد اسلام ہے اور مخالف مسیحی تحریک کا اہم رکن ہے، محمدیہ کا رہنما، مسلم صحافی اور اسلام کی تبلیغ میں سرگرم ہے، وسطی اور مشرقی کالی منتان کا سارا علاقہ اسے جانتا ہے، اور ۱۹۴۷ء کے عرصہ میں امونتائی میں کالیمنتان اسلامی کانگریس کا کارکن ہے۔ اس کے علاوہ ہمران امبری انڈونیشیا میں بنجرماسن کی سرکاری فوج کے لئے اعلیٰ معظم کی حیثیت سے مقرر ہے میں یقین سے کہتا ہوں، ہمران امبری مسیحی نہیں بن سکتا ہے" لیکن پڑوسیوں نے یقین دلایا، کہ کئی سالوں سے انہوں نے مجھے گاؤں کے گرجا گھر میں باقاعدگی سے جاتے دیکھا ہے اور ہر کرسمس کے تہوار پر کرسمس ٹری بھی سجاتا ہے، پڑوسیوں نے میرے دوست کو مزید تفصیل جاننے کے لئے میرے گھر اسے بھیجا کہ وہ خود تمام حالات کا بغور جائزہ کر سکتا۔

سو میرا دوست جیسے ہی گھر کے اندر داخل ہوا، براہ راست اس نے سوال کیا کہ "ہمارے خاندان کے مسیحی ہوجانے کی خبر کیا واقعی درست ہے" میں نے بغیر کسی شک وشبہ کے اسے جواب دیا: ہاں یہ درست ہے، میں اور میرے خاندان نے مسیحی ہونے کے بعد بپتسمہ بھی لے لیا ہے۔"

یہ سنتے ہی میرے دوست کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے وہ کچھ نہ کرسکا، بلکہ حیرانی کے عالم میں کھڑا رہا۔ اس کے دل کو گہرا دھچکا لگا تھا۔ بنجرماسن، لوٹ جانے کے بعد اس نے عام اور خاص میں میرے مذہب کے تبدیل ہونے کی خبر مشہور کردی۔ اور یہی خبر بنجرماسن میں ہارین اوتاما اخبار نے میرے ایک بہترین دوست صحافی، ایچ ارسیاد مارن کے قلم سے بڑے جلی حروف میں شائع کی کہ " محمدیہ تحریک کی ایک ممتاز شخصیت نے مسیحی

مذہب اختیار کرلیا ہے۔" ایک اور اخبار جہاد کے چیف ایڈیٹر جے ایس انتماس اور دوسرے دیگر صحافیوں نے یوں لکھا کہ:

ایک سنسنی خیز خبر!

" محمدیہ تحریک کی ممتاز مسلمان ہستی نے مسیحی مذہب اختیار کرلیا۔"

ایک اور صحافی ارتھم ارتھا نے یہ توقع ظاہر کی اس خبر میں سچائی نہیں ہے اور ہمران امبری جو آزادی کا اسلامی سورما ہے۔ اس کے مذہبی عقیدہ کا سوال اب بھی ہے۔ بنجرماسن کے مسلمانوں نے بھی تعصب بھرا ردِ عمل دکھایا اور اکثر یہ سنا گیا کہ مالی تنگی، کسی کو بھی مذہب کی تبدیلی پر آمادہ کرسکتی ہے۔ مسلم یونیورسٹی آئی اے این انتاسری نے بھی میرے مذہب کی تبدیلی پر رد عمل ظاہر کیا۔

اسی اثناء میں بنجرماسن میں، پی۔ ایم۔ ڈبلیو۔ محمدیہ نے تو اس بات سے انکار ہی کرنے کی کوشش کی کہ میں کبھی، محمدیہ تحریک کارکن بھی تھا، ہاں یہ ضرور مانا کہ میں آزادی کا ایک مسلم سورما تھا۔ میرے مذہب کی تبدیلی پر یہ تمام خبریں، اخبارات میں اس لئے شائع کی گئیں تاکہ مجھے شرمندہ کیا جائے اور میں واپس اسلام کی طرف لوٹ آؤں۔ مگر ان مسلم لوگوں کا ارادہ اور مرضی خدا کی الہیٰ مرضی کے بالکل برعکس تھی، بلکہ خدا نے انہیں اس طور پر استعمال کیا کہ میں اور بھی سرگرم مسیحی بن کر سیدنا مسیح کی الوہیت (خداوندی) کی سچائی کی گواہی دینے کے لئے تیار ہوسکا۔

اسی طرح تقریباً دوماہ تک میرے مذہب کی تبدیلی پر اخبارات میں چرچا ہوتا رہا، اور عوام میں زیرِ موضوع رہا، اور یہ موضوع اوتاہ اخبار کی اہم خبروں کی سرخیاں بھی بنارہا۔ مجھے یہ بھی خبر ملی کہ بعض جگہوں پر لڑائی میں خون بھی بہایا جاچکا ہے۔ کیونکہ کچھ دوستوں کا خیال تھا کہ یہ خبریں مجھے بدنام کرنے کے لئے چھاپی گئی ہیں اور کئی نامہ نگاروں پر جوابی حملے بھی ہوئے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر میں جلد ہی ایک "کھلا خط" بنجرماسن کے اخبار "ہارین اتما" میں چھپوایا، جس میں میں نے اپنے اسلامی مذہب کی مسیحیت میں تبدیلی کا کھلے عام اعتراف کیا۔

کھلا خط

اس "کھلے خط" کا مضمون یہ تھا:

قارئین حضرات السلام وعلیکم!

میں اس خط کے ذریعہ کھلے عام، اقرار کررہا ہوں کہ یہ بات سچ ہے کہ میں پروٹسٹنٹ مسیحی ہوں اور اپنے ماضی کے آباؤ اجداد کا اسلامی مذہب وعقیدہ ۱۹۶۴ء سے ترک کرکے چھوڑ چکا ہوں۔ آپ کے اخبار میں میری بابت یہ خبر چونکا دینے والی تھی کہ میں اسلام کی عظیم ہستی ہوں اور آزادی کا سورما ہوں۔ آپکے تمام جوابات ردِ عمل، آپکی پسندیدگی وناپسندیدگی کے لئے، میں تمام دوستوں کا شکر گزار ہوں۔

حالانکہ اب تک میں نے دین اسلام کے لئے کسی قسم کی عظیم ہستی اور آزادی کی تحریک کا سورما ہونے کو کبھی محسوس نہیں کیا، اور نہ ہی کبھی اس کا کھلے عام اقرار کیا یا اعلان کیا ہو۔ اگر ماضی میں جنگ میں شرکت کی بھی، جیسا کہ میرے دوستوں نے لکھا ہے تو وہ سوائے فرض کے اور کچھ نہ تھا۔ میں مادر وطن کے لئے ایک عام فوجی تھا۔ لہذا اس خدمت کے لئے میں کوئی لقب یا تمغہ نہیں چاہتا۔ میں نے تو صرف اپنا فرض ادا کیا۔ میں خاص کر جناب ارسیاد مانن کا شکر گزار ہوں (جن کے خط کو قبول کیا جانا ممکن نہ تھا)۔

جے ایس انتماس اور ارتھم ارتھا کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میرے بارے میں لکھنا ضروری سمجھا۔ آپ سب کی تحریروں میں ایسی کوئی بات نہیں جس کا میں انکار کروں یا اپنا ردِ عمل ظاہر کروں لیکن تھوڑی سی اصلاح کے ساتھ کہوں گا، کہ میں نے آزادی کے پہلے علمبردار کے لقب کی غرض سے، کبھی دستخط نہیں کئے۔ میں نے ایمان سے متعلقہ ایک پرچہ ضرور

بھیجا، جس کا عنوان " نوٹس آف فیتھ" تھا۔ اور یہی تحریر میرے پروٹسٹنٹ مسیحی مذہب کی بنیاد بھی بنی۔ خیر جو کچھ بھی ہو، دوست تو پھر دوست ہی رہتے ہیں، اور نیک اور اچھے تعلقات برقرار ہیں تو دوستی کبھی نہیں ٹوٹتی۔ آخر میں آپ سب کا اور پارٹی کے ممبران کا، میں شکر گزار ہوں۔

آپ کا مخلص

ہمران امبری

جکارتہ

۶ - مئی ۱۹۷۲ء

مسیحی زندگی میں سرگرم گواہی کا آغاز

عوامی سطح پر اخبار میں شائع ہونے والے اس "کھلے خط" کے بعد دوستوں کی طرف سے بنجرماسن اور ہولو سنگھائی سے خطوط موصول ہوئے۔ کچھ خط تو رنج اور مایوسی کے تھے، کچھ خط قرآنی آیات کی تنبیہ کے ساتھ، اور کچھ خط ایسے تھے جو مزید تحقیقات کی خواہش رکھتے تھے اور یہ جاننا چاہتے تھے کہ وہ کونسے ایسے پر حقائق نقاط تھے جنہوں نے مجھے، اسلام، قرآن، اور محمدیت کو رد کرنے، اور مسیحی ہونے پر مجبور کردیا تھا۔

غرض کہ یہ وہ ابتدائی وجوہات تھیں جنہوں نے مجھے آمادہ کیا کہ میں مسیحی گواہی کے لئے تیار ہوجاؤں اور یہی خطوط میرے لئے مددگار ثابت ہوئے۔ پہلے پہل تو ہر خط کے ذاتی جواب کے لئے میں ٹائپ رائٹر استعمال کرتا تھا۔ ایمان کی وضاحت کے لئے ایمان کے یہی پرچہ جات بعد میں نقل کرنے والے کاغذات (Stencil) میں ڈھلنے شروع ہوگئے۔ اس کے بعد جب کام بڑھ گیا تو ایک مضمون پریس میں چھپوایا، جس کا عنوان تھا" خدا باپ، خدا بیٹا اور خدا روح القدس" اسی مضمون کی اگلی اشاعت تھی" مسیح سے متعلق علم اور خدا کی وحدانیت کی بابت علم الہٰی۔" یہ کتاب ۱۹۷۳ء میں مکمل ہوئی، اور اس کتاب کی اشاعت کے نتیجہ میں بے شمار خطوط کی بھرمار ہوگئی ان میں سے کچھ خط سوالیہ انداز کے تھے کچھ مناظرانہ انداز کے اور کچھ سچائی جاننے کی تلاش میں!

میرے مسیحی عقیدہ کی مخالفت میں کئی اور رسالے جاوا میں چھاپے گئے، ان مضامین کی اشاعت کا مجموعی نتیجہ یہ نکلا، کہ خطوط کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، اور یہ خطوط انڈونیشیا کے تمام علاقوں سے غرض کہ بنجرماسن سے مغربی، مشرقی اور وسطی جاوا نیز سماترا پالم بنگ اور میدان پادنگ، اچے سے بھی آئے۔ اور کچھ خطوط غیر ممالک سے بھی آئے، جیسے مصر و ملیشیا سے۔

یہ خدا کی بڑی ہی رہنمائی اور مسیح کا بڑا فضل تھا، کہ میں مسیح کی شہادت دینے میں اپنے ایمان میں مضبوطی سے ثابت قدم رہا۔ کچھ لوگوں سے خط و کتاب کا سلسلہ نصف سال تک رہا۔ مسیحی دین سے متعلق مذہبی نقاط پر گفتگو کا سلسلہ بھی جاری رہا، کچھ لوگوں کی طرف کئے جانے والے سوالات وجوابات کو تو میں نے کتابی شکل کے ساتھ سند کے طور پر چھپوایا۔ مشہور مکاتبات (خطوط) مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قبلت میگزین میدان جکارتہ کے مدیر معاون و مسلم صحافی ایچ ایم یوسف شعیب سے خط وکتابت۔

۲۔ سالاتیگا سے اسلامی مدرس کے ایک استاد بنام سمودی سے خط وکتابت۔

۳۔ پروجوسوویا سے مطالعہ اسلام رسالہ جکارتہ کے مدیر جنابِ امام موسیٰ سے خط وکتابت۔

۴۔ دار الکتب الاسلامیہ جکارتہ کے جناب ہادی واہیو نو سے خط وکتابت۔

۵۔ قاہرہ مصر کے ایک مسلم طالب علم علی یعقوب ماتند نگ سے خط وکتابت۔

۶۔ انڈونیشیا کی اسلامی جماعت احمدیہ کے سپیکر جناب، اے حسن تاؤ سے دن پاسر بالی میں خط وکتابت۔

۷۔ جماعتِ طلبہ اسلام سرابایہ میں ازیف فہمی اور دیگر طلبا سے خط وکتابت۔

۸۔ مسجد آگنگ (مرکزی مسجد) کے منتظم اعلیٰ جناب ایم۔ اے۔ فضلی سے خط وکتابت۔

۱۹۷۹ء تک انڈونیشیا کے تقریباً ہر حصہ سے ہزاروں اسلامی پس منظر رکھنے والے بھائیوں کے خطوط کے جوابات دیئے گئے۔ اور ہر روز کے خطوط نے میری بڑی ہمت بندھائی۔ اور یہ اس بات کا زندہ ثبوت تھے کہ خط لکھنے والے مسلم دوست، الہیٰ صداقت کے متلاشی تھے کہ وہ راہ حق، اور زندگی کو پاسکتے، اور وہ میرے دیئے گئے جوابات سے مطمئن تھے۔ خداوند کا شکر ہو، ان دوستوں کے لئے بھی، جو شخصی طور پر مجھے ملنے کے لئے آئے۔

جب میں نے دیکھا کہ میری اس مذہب کے تبدیلی نے بہت سے لوگوں کو تلاش حق کی جانب مائل کیا ہے، تو میں نے ملاقاتیوں کے لئے اور ان سے تبادلہ خیالات کے لئے ہر منگل وار، جمعرات اور ہفتہ کو صبح سے شام تک کا وقت وقف کردیا۔ میں آسمان کے خدا کا شکر بجالاتا ہوں کہ اس نے مجھے وسیلہ بنایا کہ مسلم بھائیوں کو بائبل مقدس کی صداقت اور الوہیت مسیح (مسیح میں صفات خداوندی) کی بابت بیان کرسکا، کہ وہ مسیح کی بابت کامل طور پر سمجھ سکتے۔

ان تمام سوالات وجوابات اور اعتراضات سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہمیں بہت جلد واضح طور پر حقیقت کو بیان کرنا چاہیے اور مسلمان بھائیوں کی طرف سے بائبل مقدس کے متعلق تمام غلط فہمیوں اور غلط ترجمانی کو توضیح کرنا چاہیے۔

بیرونی اور خارجی خدمت

۱۹۷۳ء سے فروری ۱۹۷۸ء تک مسیحی مذہب کی بابت سوالات اور ان کے جوابات، میں اپنی شخصی مسیحی گواہی کے ساتھ ساتھ، اپنے میز سے ہی خطوط کے ذریعے دیتا رہا۔ پھر ان تمام خطوط اور جوابات کو دستاویزات کی حیثیت چھپوایا۔ لیکن فروری ۱۹۷۸ء میں، میں نے خداوند کے حضور دعا کی کہ " اے میرے رب! اس مسیحی روحانی تحریک کو کوئی نیا میدان بخش۔ میری خط و کتابت کی خدمت سے اب باہر کی دنیا میں مجھے اپنی گواہی دینے کا موقع بخش! اور میری اس دعا کا براہ راست جواب مجھے یوں ملا کہ: کل میں صبح گھر سے باہر نکلوں تو مجھے مسیحی خدمت کا نیا رخ مل جائے گا۔"

اگلے روز صبح ہوتے ہی میں گھر سے نکلا اور شارع عالم پر آگیا اور میں بالکل نہیں جانتا تھا کہ مجھے کہاں جانا ہے لیکن میرے دل میں ایک ایمان سا تھا کہ سیدنا مسیح، خود میری منزل اور راہ کو متعین کردیں گے۔ دل اور روح کی ہدایت سے میں شمال کی جانب چلا، مجھے منزل کا علم تو نہیں تھا اور یہی وجہ تھی کہ میں بغیر کسی سواری یا بس کے پیدل چلتا رہا۔ جب میں انڈونیشیا بائبل انسٹی ٹیوٹ کے پھاٹک پر پہنچا تو خداوند نے کہا، کہ " دفتر میں داخل ہو۔" میں شک اور پریشانی کی حالت میں تھا کیونکہ میں کسی کو جانتا نہ تھا کہ " کسی وقت میں پادری بی۔ پروبوونوتو تھے، لیکن اب سلاٹیگا میں تھے اور اب اگر میں اندر جاؤں تو کس سے بات کروں اور کیا کہوں؟ لیکن دل کی آواز یہی تھی کہ اندر جاؤ، اور میں دفتر میں داخل ہوگیا۔

ایک دوست نے مجھے دفتر میں داخل ہوتے دیکھا تو پہچان لیا اور فوراً ہی مجھ سے مخاطب ہوا: " مسٹر امبری! خداوند کی حمد ہو، یہ کیسی راہنمائی ہے! کیونکہ اسی دفتر میں کوئی آپ کو ملنا چاہتا ہے۔"

جلد ہی پادری۔ ایم۔ کے۔ جاگرات ماجا سے ملاقات کا موقع ملا، جنہوں نے میرے بارے میں سنا تھا اور مجھ سے ملنے کے خواہش مند تھے۔ ہماری باہمی گفتگو سے مجھے بہت برکت ملی۔

پادری صاحب نے میری کتب میں سے چند کتب خریدنا چاہیں۔ میں سوچ میں پڑ گیا اور مجھے ایسے لگا، کہ کہیں یہ میرا نیا میدانِ عمل تو نہیں۔ میں نے گھر کی جانب واپس لوٹنا چاہا۔ لیکن دل وروح نے کہا کہ میں اپنے سفر کو شمال کی جانب جاری رکھوں۔ تب میں پیدل چلتا رہا حتیٰ کہ میں کرامت وی (ادارہ) کے سامنے آگیا۔ پھر دل چاہا کہ میں اندر جاؤں اور ڈاکٹر آئس۔ ایم۔ او۔ پورمیس سے ملاقات کروں، لیکن میں گفتگو کرنے اور ملاقات کے لئے ہچکچاہٹ محسوس کررہا تھا کیونکہ میں ان سے اور ان کی تنظیم سے بھی ناواقف تھا۔ یہ تین سال پہلے کی بات تھی جب میں اس ڈاکٹر سے ملا تھا۔ لیکن جیسا کہ خداوند کی روح نے کرامت وی کی طرف ہدایت کی تو میں اندر داخل ہوگیا۔ میری حالت کچھ غیر یقینی سی تھی اس لئے کہ پہلے تو یہاں خدا کے کتنے ہی خادم تھے لیکن آج بڑی خاموشی تھی۔ میں نے یہ بھی خیال کیا کہ شاید پادری پورمیس اب یہاں نہ ہوں۔ لیکن ہوا یوں کہ پادری پورمیس نے مجھے دیکھ لیا اور استقبال کیلئے آگے بڑھتے ہوئے بولے، "خوش آمدید! امبری صاحب۔ میں تو کل ہی آپ کے بارے میں سوچ رہا تھا اور آپ سے ملنا چاہتا تھا، کیونکہ کچھ ایسی ضرور باتیں ہیں جن کے لئے مجھے آپکے ساتھ صلاح مشورہ کرنا ہے اور میں آپ سے توقع رکھتا ہوں کہ ہم مل کر خداوند کی خدمت کے لئے آگے بڑھیں گے۔" مجھے بے حد تعجب ہوا کہ پادری پورمیس نے مجھے کیسے یاد رکھا؟ جبکہ ہم ایک دوسرے کو زیادہ نہ جانتے تھے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ مجھے کل کی دعا یاد آئی، کہ کس طرح خدا کی پاک روح نے مجھے اپنی خدمت کے اس میدان میں آنے کے لئے آمادہ کیا تھا۔ پادری پورمیس کو میری صحت کے بارے میں بھی فکرمندی تھی، جو اس وقت اتنی اچھی نہ تھی۔

دورانِ گفتگو پادری پورمیس نے مجھے ایک خط دیا کہ میں ذاتی طور پر خط ایم۔ کے سناگا جو گلی نمبر ۴۳سولو، بومی اسیہ کے ڈائیریکٹر ہیں انہیں دوں۔ چنانچہ یہ خط لے کر۔ ایم۔ کے۔ سناگا کے گھر پہنچا اور ان کی درخواست پر مجھے انڈونیشیا ہوٹل بھیجا گیا جہاں جمعہ کی صبح کئی مبشر میری بابت مزید جاننا چاہتے تھے۔ ۲۴۔ فروری ۱۹۷۸ء جمعہ کو میں انڈونیشیا ہوٹل پہنچا۔ جکارتہ کے مسیحی تاجروں ک طرف سے ایک دعائیہ مجلس کا انعقاد کیا گیا تھا۔ یہ دعائیہ مجلس C.B.M.C کے نام سے جانتے ہیں۔

دورانِ تعارف یہ پتہ چلا کہ بہت سے لوگ میرے نام سے پہلے ہی سے واقف تھے اور مجھے ذاتی طور پر ملنا چاہتے تھے۔ اور اس وقت کے بعد مجھے کئی اور دعائیہ مجالس میں خدمت کرنے کا موقع ملا، جو بعد میں کلیسیا اور چرچ کے ساتھ باہمی تعاون کا سبب ہوئی۔ مجھے جکارتہ اور بانڈنگ کے گرجا گھروں میں اور ارد گرد کے علاقوں میں مسیحی شخصی گواہی دینے کا موقع ملا۔ علاوہ ازیں جکارتہ سے باہر کے علاقوں میں بھی خدمت کرنے کا موقع ملا تھا، جیسا کہ جنوبی کلمتن، بنجرماسن امنتائی اور وسطی کالی منتن، پالنگ کرایا، مشرقی جاوا، سربیا اور مالنگ بانڈنگ وغیرہ۔

مسیحی خدمت کے لئے یہ ایک نیا میدان تھا، اور میں نے وفاداری سے اسے جاری رکھا، اور ہر طرح کی مجالس اور ہر خطبہ گاہ سے مسیح کی نجات کی خوشخبری دوسروں تک پہنچائی۔ حالانکہ اب میری خدمت کا میدان گھر کے باہر کی دنیا میں تھا تو بھی خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا، بلکہ کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا۔ خداوند کی حمد ہو! کہ یہ خطوط میرے لئے برکت کا باعث ہوتے تھے، اور میں خوشی سے ان مسلم متلاشیوں کے خطوط کے جوابات دیا کرتا تھا۔

مسیحی خدمات میں اضافہ

۱۳ مئی ۱۹۷۹ء میں مسجد دارالسلام شارع، باتنگھاری گلی، جکارتہ کی طرف سے ایک تحریف دعوت نامہ ملا، جس میں مجھے ایک مسلمان گروہ کے سامنے تقریر کے لئے بلایا گیا، اس گروہ میں لمبا پنگا جین اسلام الفرقان کے مسلم نوجوان شریک تھے۔ میری تقریر کا موضوع " الوہیت مسیح " تھا۔ یہ مناظرہ ڈاکٹر ابونیا من روہام، اور سانی اردی اور میرے درمیان تھا۔ حاضرین کی تعداد سو (۱۰۰) کے قریب تھی، جن میں طلبہ واساتذہ ہی تھے۔ میں جواب دہی کے لئے تنہا تھا۔ اس مناظرے کا اختتام اچھا رہا اور یہ ملاقات دوستانہ مصافحہ پر ختم ہوئی۔

۲۲ جولائی ۱۹۷۹ء میں پھر لیکچر کا سلسلہ جاری ہوا، جس میں میرے علاوہ کئی اسلامی قائدین بھی شامل ہوئے۔ لیکچر کا مضمون تھا" خدائے قادر مطلق تثلیث میں ایک "یعنی" خدا باپ آسمانی، سیدنا مسیح میں، خدا باپ کا انسانی روپ اور خدا ہی کا پاک روح۔" مناظرین کی فہرست میں دس اشخاص تھے، جن میں چند شخصیات مندرجہ ذیل ہیں:

پروفیسر ایچ ایم رسیدی

ڈاکٹر بنیامین روہام

ڈاکٹر ٹاگور

ڈاکٹر سمنی

صدر کے فرائض ڈاکٹر مارمنسیار حمان نے انجام دیئے۔ اس مناظرے میں حاضرین کی تعداد ۱۵۰ کے قریب تھی، جن میں مسلم علماء اور اساتذہ شامل تھے۔

انہی دوماہ کے اندر یعنی ۱۵ اگست کو میں نے بیرون جکارتہ اور مشرقی جاوا میں کئی مقامات کا دورہ کیا۔ یکم ستمبر ۱۹۷۹ء سے گاسپل مشن کی رہنمائی کرتے ہوئے میں نے

کئی شہروں یعنی بیناداواچنگ پانڈنگ ، تناہ توارج ، پلوپو ، بالک پاپن ، بنجرماسن اور کیپواس کادورہ کیا۔

اختتام

گناہ اور ابدی موت کے خوف سے نجات، کاشکہ آج ہر انسان کے لئے اہم منزل اور ضروری نشانہ ہو۔ انسان کی ہر طرح کی خوشی بھی ، نجات کے حصول سے وابسطہ ہو اور اس زندگی میں ، ہمارا مقصد بھی یہی ہو۔

ایک مذہبی آدمی کے لئے ، حقیقی نجات ، اس کی دنیاوی زندگی تک ہی محدود نہیں ہے ، بلکہ اس کی روح کا، ہر طرح کے گناہوں کے بوجھ سے چھٹکارہ ، بھی نجات میں شامل ہے۔ روحانی نجات کا تعلق خدا کے پیارے سے نہایت قریب ہے۔ اور یہی خداوندی پیار و محبت آسمانی زندگی کی بنیاد بھی ہے۔

فرض کریں کہ اگر آدم اور حوا، گناہ نہ کرتے تو انسان ابدیت کی زندگی گزارتا۔ لیکن خدا کے حکم کی بجائے ، شیطان کے حکم کی تابع داری کرنے کے باعث، آدم اور حوا نے گناہ کیا اور خدا کے حکم کی نافرمانی کی۔ اس کے باعث نہ صرف آدم اور حوا، بلکہ ان سے پیدا ہونے والی نسل انسانی بھی، ہمیشہ کی زندگی سے محروم کردیئے گئے۔ کیونکہ پہلا آدم خدا کی راہ سے گمراہ ہوگیا۔ اور خدا کی راہوں سے یہ گمراہ شدہ انسان ، ایسی حالت میں داخل ہوگیا، جہاں روحانی اور جسمانی موت ، دونوں کا سامنا تھا۔

یہ فنا و برباد ہونے والی زندگی، جس میں روح اور جسم دونوں کی موت ہے اس موروثی گناہ کے باعث ہے، جو آدم اور حوا کی نافرمانی کے گناہ کا نتیجہ ہے۔ اور یہ وراثتی گناہ صرف ہم میں ہی نہیں بلکہ ہر نوع انسان کے اندر ہے جو اس دنیا میں رہتا ہے جس میں ، میں اور آپ اور ہر پیدا ہونے والی زندگی بھی شامل ہے۔

لیکن خدا کی کامل محبت اور رحمدلی نے ہمیں مردہ حال میں چھوڑ نہیں دیا اور نہ اپنے سے الگ رکھا ، بلکہ سیدنا مسیح میں، خدا نے ہمیں ہمیشہ کی زندگی دینے کا وعدہ کیا، یعنی ان کے لئے جو سیدنا مسیح کی نجات اور مسیح کی انجیلی خوشخبری پر ایمان لاتے ہیں - یہ ہمیشہ کی زندگی اس پہلی زندگی سے بہت بہتر ہے جس میں آدم اور حوا کی تخلیق ہوئی، اور جو خدا کی صورت پر تھی۔ اسی مسیحا کی بابت انجیل میں یوں بیان ملتا ہے کہ :

اگلے زمانے میں ، خدا نے باپ دادا سے حصہ بہ حصہ ، اور طرح بہ طرح نبیوں کی معرفت کلام کرکے ، اس زمانہ کے آخر میں ، ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا، جسے اس نے سب چیزوں کا وارث ٹھہرایا ، اور جس کے وسیلے سے اس نے عالم بھی پیدا کئے ۔ وہ اس کے جلال کا پرتو اور اس کی ذات کا نقش ہو کر، سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے۔ وہ گناہوں کو دھو کر عالمِ بالا پر ، کبریا کی دہنی طرف جا بیٹھا۔ اور فرشتوں سے اسی قدر بزرگ ہوگیا جس قدر اس نے میراث میں ان سے افضل نام پایا۔ (عبرانیوں ۱ : ۱ تا ۴)۔

ہمیشہ کی آسمانی زندگی پانے کے لئے ہم کو نجات بخش اقدام کی طرف انتہائی سنجیدگی سے غور کرکے ، ایمان سے عمل کرنا نہایت ہی ضروری ہوگا۔

پہلا قدم

خدا نبیوں کی معرفت لوگوں سے ہم کلام ہوا، کہ ہم اپنی گناہ آلودہ راہوں سے پھریں اور احساس کریں کہ ہم خدا کے حضور گناہ گار ہیں، اور اپنے ہر طرح کے گناہوں سے پچھتائیں ، اور ان تمام گناہوں سے توبہ کرکے، ان گناہوں کو بالکل ترک کردیں ، اور خداوند کی طرف رجوع لائیں۔ اور مسیح کے وسیلہ ، اپنے خالق خدا باپ آسمانی کامل طور پر فرمانبرداری کریں، اور بائبل میں مرقوم خدا کے ہر ایک حکم کو، اپنے سارے دل ، اپنی ساری جان ، اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے مانیں۔

دوسرا قدم

خدا کا پاک روح یعنی روح القدس، انسان کی رہنمائی کرتا ہے اور مدد دیتا ہے تا کہ بائبل میں دیئے گئے الہیٰ احکام پر انسان عمل کرسکے، اور الہیٰ شریعت کو قبول کرتے ہوئے الہیٰ وعدوں کو ہم جان سکیں کہ خدا ہمیں سیدنا مسیح کے ذریعے ہمیشہ کی زندگی عطا کرتا ہے۔ بائبل مقدس کی ان آیات کو سمجھنا بے حد ضروری ہے:

"کیونکہ خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تا کہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔" (یوحنا ۳: ۱۶)۔

" جو ایمان لائے اور بپتسمہ لے وہ نجات پائے گا اور جو ایمان نہ لائے وہ مجرم ٹھہرایا جائے گا۔" (مرقس ۱۶: ۱۶)۔

" میں (سیدنا مسیح) اس لئے آیا کہ وہ زندگی پائیں اور کثرت سے پائیں۔" (یوحنا ۱۰: ۱۰)۔

"دیکھو! میں دنیا کے آخر تک تمہارے ساتھ ہوں" (متی ۲۸: ۲۰)۔

فرشتوں نے مسیح کے شاگردوں سے کہا:

"اے گلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو؟ یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھا یا گیا ہے اسی طرح پھر آئے گا جس طرح تم نے اسے آسمان پر جاتے دیکھا ہے" (اعمال ۱: ۱۱)۔

مسیح یسوع نے اپنی دوسری آمد کے متعلق فرمایا:

" اس وقت لوگ ابنِ آدم کو قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ بادل میں آتے دیکھیں گے" (لوقا ۲۱: ۲۷)۔

مسیح یسوع دوبارہ آمد کا ذکر صرف بائبل ہی میں موجود نہیں بلکہ اس کی بابت بیانات محمد سے متعلق حدیث کی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۳ میں یوں درج ہے کہ:

" مسیح راست بازی کے ساتھ عدل وانصاف کے لئے اس دنیا میں پھر آئے گا۔"

مندرجہ ذیل یہ وہ چند وعدے ہیں، جو ایمان داروں سے کئے گئے ہیں۔

۱۔ آسمان پر ہمیشہ کی زندگی، یہ زندگی آدم وحوا کی ابتدائی زندگی سے بھی کہیں شاندار اور جلالی ہوگی۔ اس ہمیشہ کی زندگی کو پانے کے لئے اور آسمانی نجات حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مسیح یسوع پر کامل یقین وایمان رکھیں، اور اس کے وفادار شاگرد ہوتے ہوئے، یسوع کے نام میں، بپتسمہ حاصل کریں۔

۲۔ آسمانی برکات۔ یعنی روحانی وجسمانی طور پر کامل حیات، جس میں مال ودولت کی آسودگی بھی شامل ہے۔ مسیح کے طالبوں کو کوئی کمی نہ ہوگی، بلکہ کثرت اور معموری کا تجربہ ہوتا رہے گا۔

۳۔ خدا کا پاک روح، لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئیگا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا جلال ظاہر کریگا اسلئے کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرکے تمہیں خبریں دیگا (یوحنا ۱۶: ۱۳ تا ۱۴)۔ روح القدس ابد تک ان کے ساتھ رہے گا جو مسیح کا اقرار وفاداری سے کرتے، اور جان دینے تک بھی مسیح کے وفادار رہتے ہیں۔

ان وجوہات کی بناء پر عزیز قاری! مجھے اجازت دیں میں آپ کو مشورہ دے سکوں کہ: اب موقع ہے کہ آپ فیصلہ کیجئے۔ وعدہ کی گئی اور تیار شدہ نجات کو سیدنا مسیح میں حاصل کیجئے۔ سیدنا مسیح کو اپنا نجات دہندہ قبول کیجئے اور موقع دیجئے کہ مسیح آپ کے دل ودماغ پر حکمرانی کرے۔ تب آپ کی نئے سرے سے پیدا شدہ زندگی، مسیح میں خدا باپ کے ساتھ محفوظ ہوگی اور خدا کے ابدی آرام وچین میں ہوگی۔ یوں ہم ابدیت میں خدا کے ساتھ سکونت کریں گے۔ اس موقع کو نظر انداز نہ کیجئے۔ کل تک کا انتظار نہ کیجئے، آج ہی فیصلہ کیجئے

گا۔معلوم نہیں کہ کب توبہ اور فضل کا دروازہ بند ہو جائے اور کہیں آپ کو، خدا کی مسیح کے وسیلہ نجات کو، رد کرنے کی صورت میں، خدا کے غضب اور ہمیشہ کی ندامت کا، جہنم میں سامنا نہ کرنا پڑے، جہاں رونا اور دانتوں کا پیسنا ہو گا۔ روح اور سچائی سے مسیح کے پاس آئیے اور اسے اپنا خداوند اور شخصی نجات دہندہ قبول کیجئے اور آسمانی دروازہ میں داخل ہوجائیں جو ہمیشہ کی زندگی اور آسمانی نجات کی طرف لے جاتا ہے۔" آمین۔